چند خواتین کا کردار

قرآن مجید کی نظر میں

تالیف ــــ علی دوانی

مترجم ــــ عابد عسکری

امامیہ پبلیکیشنز پاکستان
امامیہ آرگنائزیشن پاکستان

امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان

امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان
امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان
امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان
امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان

چند خواتین کا کردار

قرآن مجید کی نظر میں

○

تالیف

علی دوانی

○

مترجم

عابد عسکری

○

ناشر

امامیہ پبلی کیشنز ۔ ۳۵۔ حیدر روڈ ۔ اسلام پورہ ۔ لاہور

نام	چند خواتین کا کردار (قرآن مجید کی نظر میں)
تالیف	علی دوانی
مترجم	عابد عسکری
نظر ثانی	فیاض جعفری
مطبع	معراج دین پرنٹرز، لاہور
کتابت	محمد رفیق شاد
اشاعت باردوم	اگست ۱۹۹۴ء
تعداد	۵۰۰
ناشر	امامیہ پبلیکیشنز لاہور
ہدیہ	۲۰/- روپے

ملنے کا پتہ: العصر اسلامک بک سنٹر ۳۵- حیدر روڈ اسلام پورہ لاہور
فون: ۶۲۳۸۶۳۲

ابوابِ کتاب

اظہارِ حقیقت ۔۔۔۔۔۔۔ ۱
پیش گفتار ۔۔۔۔۔۔۔ ۳
حضرت بی بی حوا ۔۔۔۔۔۔۔ ۷
حضرت نوحؑ کی بیوی ۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲
حضرت لوطؑ کی بیوی ۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶
حضرت بی بی ہاجرہ ۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰
حضرت بی بی سارہ ۔۔۔۔۔۔۔ ۲۴
حضرت بی بی آسیہ زنِ فرعون ۔۔۔۔۔۔۔ ۲۷
حضرت موسیٰؑ کی والدہ اور اُن کی بہن ۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱
حضرت شعیبؑ کی بیٹیاں ۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵
حضرت بی بی زلیخا ۔۔۔۔۔۔۔ ۴۰
بی بی بلقیس ۔۔۔۔۔۔۔ ۴۷
حضرت مریم اور اُن کی والدہ ۔۔۔۔۔۔۔ ۵۳
ابولہب کی بیوی ۔۔۔۔۔۔۔ ۵۸
حضرت بی بی خولہ بنت ثعلبہ ۔۔۔۔۔۔۔ ۶۰
حضرت بی بی زینب - پیغمبرِ اسلامؐ کی پھوپھی زاد بہن ۔۔۔۔۔۔۔ ۶۳
افک کے معنی اور واقعۂ افک ۔۔۔۔۔۔۔ ۶۸
حضرت بی بی عائشہ اور حضرت حفصہ ۔۔۔۔۔۔۔ ۷۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہارِ حقیقت

ہماری تاریخ گواہ ہے کہ "عورت" ہمیشہ سے مظلوم چلی آرہی ہے۔ یہ بیچاری صدیوں تک چیختی، چلاتی، سسکتی اور بلکتی رہی مگر اس پر کسی مذہب نے رحم نہیں کیا لیکن جب پیغمبرِ اسلام دنیا میں تشریف لائے اور اپنا پسندیدہ دین "اسلام" پیش کیا تو اس مذہب نے سب سے پہلے قید و بند میں تڑپتی ہوئی عورت کی رہائی اور اس کی آزادی کی خوشخبری سنائی نیز مکتبِ خداوندی میں عورت کو مرد کے (حقوق) کے برابر درجہ دیا۔ ایک رشتے کے سامنے تو مرد (بیٹے) کو بالکل بے حیثیت قرار دے دیا اور وہ رشتہ —— ماں کا ہے۔ بیٹے کے لئے ماں کے قدموں کو حصولِ جنت کا ذریعہ بنایا۔

بیشک عورت عظیم ہے اس کے بغیر کائنات ادھوری اور نامکمل ہے۔ اگر یہ نہ ہوتی تو زندگی کا سارا سفر بے کیف ہو جاتا۔ اس نے اپنی پیار بھری مسکراہٹوں اور محبت سے لبریز باتوں سے گلشنِ کائنات میں رنگ بھر دیا ہے۔ ہر شخص کی اپنی اپنی سوچ ہے وہ اپنی مرضی کے مطابق عورت کے بارے میں اپنا نظریہ بیان کرسکتا ہے مگر اسلام، قرآن اور ارشاداتِ معصومین کی روشنی میں اگر عورت کو دیکھا جائے تو ہمیں اس کا ایک پہلو انتہائی مثبت اور ایک زاویہ معیاری نظر آئے گا۔

بادشاہوں کی محفلوں کو سجانے کے لئے ناچتی، تھرکتی اور رقص کرتی ہوئی عورت کو عورت نہیں کہا جاسکتا کیونکہ وہ اپنی نسوانی حدود سے چھلانگ کر بے حیائی کی حدود میں داخل ہو چکی ہے اور معیارِ نسوانیت سے گر چکی ہے۔

اگر ہم تاریخ کے مختلف زاویوں کا جائزہ لیں تو ہمیں عورت ہر میدان میں فعال اور مستعد نظر آئے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تاریخ پڑھ لیجئے کہ اگر آدم مسکراتے تو ان کی شریکِ سفر حضرت حوا بھی مسکرائیں۔ اگر وہ روئے تو حوا بھی روتی رہیں غرضیکہ جو جو کٹھن مرحلہ آیا حوا نے

اس کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کیا اور اپنے شوہر محترم کے ساتھ وفا کرکے تاریخ انسانی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے درخشاں کردیا۔ اسی طرح مریم اور ان کی والدہ ماجدہ کی عظمت کو دیکھئے کہ بت پرستی اور عصیاں آلود ماحول میں بھی عصمت اور شرافت کا دامن ان کے ہاتھوں سے چھوٹتے نہیں پایا۔ حضرت موسٰی کی والدہ اور ان کی بہن کا واقعہ پڑھئے جنھوں نے اللہ تعالٰی کے ہر حکم پر عمل کیا اور اپنے ایثار اخلاص اور حُسنِ تدبر سے "کلیم اللہ" کے مشن کو آگے بڑھانے میں زبردست کردار ادا کیا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ گرامی نے اپنے بیٹے کی حفاظت اور ان کے مشن MISSION کو آگے چلانے میں بہت زیادہ کام کیا۔

آسیہ زنِ فرعون کو دیکھئے کہ اُس پاکیزہ بی بی نے موسٰیؑ کو بچانے، ان کی پرورش کرنے اور ان کے اہداف کی تکمیل میں کس قدر تاریخی کردار ادا کیا۔ اگر یہ محترمہ اُس وقت سہل انگاری سے کام لیتیں تو فرعون کے سنگدل جلاد آنِ واحد میں انھیں ختم کردیتے۔ آسیہ نے موسٰیؑ کے ساتھ ایسا مثالی تعاون کیا کہ شاید ہی کوئی اس طرح کرسکے۔ ہاجرہ نے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ جو تعاون کیا وہ بھی اپنی جگہ عدیم المثال ہے۔ جناب ہاجرہ نے حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت اور اسماعیلؑ کی حفاظت کی غرضیکہ دو نبیوں کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ قرآن مجید میں قصہ بلقیس کو پڑھ لیجئے۔ اُس دانا خاتون نے اپنے تخت کو ٹھکرا کر نبی کی دعوت پر لبیک کہی۔ مسندِ اقتدار کی پرواہ کئے بغیر اللہ کے دین کو اپنانے اور اسے لوگوں تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

اِسی طرح کتنی تاریخ ساز خواتین آئیں اور انھوں نے محیّر العقول کارہائے نمایاں انجام دیئے ہماری اسلامی تاریخ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو کبھی فراموش نہ کرسکے گی کیونکہ اس معظمہ خاتون نے پیغمبرِ اسلام کے ساتھ اس وقت تعاون کیا جب لوگ آپ کے خون کے پیاسے تھے۔ اُنھوں نے ہر لحاظ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حفاظت کی اور ان کے مقدس مشن کو بڑھانے کے لئے ہر قسم کی قربانی دی پھر ان کی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے تو پوری کائنات میں ایک مثال قائم کردی۔ آپ کی طاہر اولاد نے آئین خداوندی کی جس طرح حفاظت کی وہ رہتی دُنیا تک ہر انسان کو یاد رہے گی۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مثبت کردار اور پاکیزہ افکار کی مالکہ عورت مرد سے کسی لحاظ

سے کم نہیں ہے بلکہ تاریخ اسلام اِن خواتین کو خراجِ تحسین پیش کرتی ہے۔

قرآن پاک میں اچھی اور بُری عورتوں کا تذکرہ موجود ہے۔ اب جبکہ دُنیا میں نئے انقلابات رُونما ہو رہے ہیں اور انسان ارتقاء کی بلند و بالا منازل طے کر رہا ہے۔ ہماری مسلمان بہنوں سے یہی گزارش ہے کہ وہ اپنی تمام تر صلاحیتیں اور خدمات اسلام کے لئے وقف کر دیں۔

ہمیں یقین ہے ان کے ایثار اور پاکیزہ کردار سے پوری دُنیا جنت نظیر ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ انھیں آخرت میں بلند درجات عطا فرمائے گا۔

عابد عسکری

۲۸ دسمبر ۱۹۸۹ء، ماڈل ٹاؤن لاہور

پیش گفتار

قرآن مجید ایک اعجاز نما حقیقت ہے اور ایک ایسی الہامی والٰہی کتاب ہے جس کی پاکیزہ تعلیمات تمام بنی نوع انسان اور پوری کائنات کی فلاح و ترقی کی ضمانت دیتی ہیں۔ ہمارے عقیدے کے مطابق یہ کلام پاک جبریل امین کے ذریعے سے وحی کی صورت میں قلبِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُترا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا پر چھا گیا۔ نیز نزول سے لے کر آج تک اور آج سے قیامت تک کائنات کی تمام تر بلندیوں، رفعتوں اور عظمتوں پر حکمرانی کرتا رہے گا۔ صدیوں پہ صدیاں گزریں اس کے مقابلے میں آنے والی تمام طاقتیں ہٹ گئیں اور اس کے سامنے لائے گئے فصاحت و بلاغت کے تمام قصے بھولی بسری داستانیں ہو کر رہ گئے۔

قرآن مجید کا مطالعہ کرنے سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ قرآن بنی نوع انسان کو بار بار فکر و عمل کی دعوت دے رہا ہے اور قاری کو معرفت و عبادت کی تلقین کر رہا ہے۔ تقریباً ۵۰۰ آیات میں انفرادی اور اجتماعی فرائض کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جو کچھ قرآن میں آیا ہے یا جس چیز کی پیغمبر اکرمؐ نے تشریح و توضیح اور تعبیر کی ہے اُسے حتمی طور پر تسلیم کیا جائے تو اسلام ہے ورنہ نہیں۔ یقین جانیے اسلامی تعلیمات کا ایک ایک اصول انسان کو دُنیا و آخرت کی کامیابیوں کی ضمانت دیتا ہے۔

قرآن مجید کا اکثر حصہ اخلاقی، علمی اور تربیتی امور پر مشتمل ہے۔ وہ اجتماعی اور انفرادی ذمہ داریوں کو بیان کر کے اپنے ہمہ گیر اور ہمہ جہت اصولوں کی مدد سے اپنی تعلیمات کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہتا ہے۔ قرآن کریم گزشتہ نبیوں اور ان کی اُمتوں کے قصے بیان فرماتا ہے نیز اقوام و ملل کی آبادیوں اور بربادیوں کے واقعات بھی ذکر کرتا ہے گویا قرآن کی نظر میں انسانی تاریخ پر غور و فکر کرنا بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ قرآن مجید عالم انسانیت کی حقیقتوں، بلندیوں اور پستیوں کی پوری تفصیل بتاتا ہے پھر جن لوگوں نے انبیاء کرام کے خلاف بغیر کسی دلیل کے محاذ آرائی کی ان کی شکست و ریخت اور ان کی ہلاکت کو بھی بیان کرتا ہے۔ ساتھ ہی انبیاءؑ کی مشفقانہ و مصلحانہ نصیحتوں اور اُن کے طرزِ زندگی کا بھی ذکر کیا ہے۔ قرآن پاک آنے والی نسلوں کو گزشتہ اُمتوں کے انجام سے بار بار خبردار

کرتا ہے وہ عبرت آموز واقعات بیان کر کے انسانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرتا ہے تاکہ لڑکھڑاتے اور ڈگمگاتے انسان قعرِ ذلت میں گرنے سے بچ جائیں اور اپنی راہیں متعین کرنے کے لئے قرآن سے رہنمائی حاصل کر سکیں۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کے ذریعے سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل فرمایا اور آپؐ نے ۲۳ سال تک اس کی حیات بخش تعلیمات کو لوگوں تک پہنچایا ــــ بار بار سنایا اور کئی بار اتمامِ حجت بھی کی۔ اس وقت کچھ مسلمانوں نے قرآن مجید کی روشنی میں ایک عظیم اور مثالی تمدن تشکیل دیا ــــ ایسا تمدن جس میں پوری انسانیت کے لئے آزادی، حریت، غیرت و حمیت، انفرادی و اجتماعی حقوق کی ادائیگی، عدالت، مساوات اور صلح و آشتی ہے۔ غرضیکہ اس میں تمام انسانی اقدار کی پاسداری کی گئی ہے اور جو کچھ بھی ہے انسانی مصلحتوں، تقاضوں اور ضرورتوں کے عین مطابق ہے۔

قرآن مجید معاشرہ میں خیر و اصلاح اور بقاء و ارتقاء چاہتا ہے۔ ہمیں وہ آسمانی بلندیوں سے بھی بلند ہو کر ہم کلام ہوتا ہے۔ اس کی باتوں میں سادگی، متانت، سنجیدگی اور شیرینی ہے پھر اس میں دُنیا اور آخرت کی کامیابیاں اور کامرانیاں بھی مضمر ہیں۔ اگر آج کا سرگرداں سائنس دان اپنے تجربات کو قرآنی تعلیمات کی روشنی میں آزمائے تو وہ کبھی اور کسی صورت میں ناکام نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی سوچ سے مثبت زاویے سامنے آئیں گے اور وہ دُنیا کو بموں، میزائلوں اور خودکار تباہ کن اسلحہ کی بجائے خوشیوں، مسرتوں اور آسائشوں سے بھر دے گا۔

قرآن میں بلاشبہ حقیقت، روحانیت، ارتقاء، علم و عقل اور حکمت و شعور کی تمام باتیں موجود ہیں اور یہ ہر زمانے میں نئی نئی جہتوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس کی مصلحتیں اور حکمتیں عدل و انصاف کے عین مطابق ہوتی ہیں جیسا کہ ارشاد ہے ــــ اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ــ (سورۃ الدھر پارہ ۳۰) ترجمہ: ہم نے انسان کو سیدھا رستہ دکھا دیا (اب وہ) خواہ شکرگزار ہو خواہ ناشکرا۔ ایک اور مقام پر فرمایا: لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ (سورۃ بقرہ بمعروف آیت الکرسی) دین میں کسی طرح کی زبردستی نہیں کیونکہ ہدایت گمراہی سے (الگ) ظاہر ہو چکی ہے۔

قرآن مجید کے موضوعات میں ایک موضوع "عورت" ہے ۔ قرآنی واقعات میں اچھی عورتوں کی نیکیوں اور بُری عورتوں کی خیانت آمیز کارروائیوں کی بالترتیب مدح و مذمت کی گئی ہے ۔ مدح کے قابل عورتوں کے لئے جزا اور مذمت والی عورتوں کو جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کے دردناک عذاب کی دھمکی دی گئی ہے ۔

مسلم خواتین کو چاہیئے کہ وہ پاکباز اور نیک سیرت خواتین کے تاریخی کارناموں کو پڑھ کر ان کو اپنی زندگی کا دیباچۂ اول قرار دیں ۔ یہ سب کچھ باتوں اور خیالوں سے پورا نہیں ہوگا بلکہ اس کے حصول کے لئے ایثار، خلوص، سنجیدگی اور عمل کی ضرورت ہے ۔

قرآن مجید — متقی، پرہیزگار اور باشعور عورتوں کو غیر معمولی اہمیت دیتا ہے اگر ہماری خواتین عورت کی خوبصورتی و زیبائی کو قرآن کی روشنی میں تلاش کریں تو دُنیا کی فیشن پرستی انھیں مرعوب نہیں کرسکتی ۔ زمانے کا بڑھتا ہوا طوفانِ بدتمیزی، حوادث کی گرتی ہوئی بجلیاں اُن کے عزم و حوصلہ میں ذرّہ بھر فرق نہیں ڈال سکتیں بلکہ اس شریف اور غیرت مند عورت کا اٹھایا ہوا ہر قدم تاریخ کی اُجلی یادوں اور تابناک تذکروں میں شمار ہونے لگے گا ۔

بہرکیف ہم نے اس کتاب میں فقط عورت سے متعلق قرآنی آیات کو جمع کرکے آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے ۔ آپ اس پر مختلف تبصرے لکھ سکتے ہیں اور تجزیے کرسکتے ہیں ۔

ہمیں امید ہے کہ ہماری دانشور اور باصلاحیت بہنیں اس موضوع پر مزید کام کرکے اپنی اسلامی اور شرعی ذمہ داریاں صحیح معنوں میں پوری کریں گی ۔

حضرت بی بی حوّا (سب انسانوں کی ماں)

حضرت حوا ہم سب انسانوں کی ماں ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ ——— آدم کی تخلیق کے فوراً بعد انھیں آدم کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا کیا گیا۔ آدم و حوا کی مٹی کو زمین کے چار گوشوں سے اٹھایا گیا لیکن ان کے ڈھانچے کو بہشت اور عالم بالا میں بنایا گیا۔ آدمؑ کو خلقتِ الٰہی کے عظیم شاہکار کے عنوان سے پیدا کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کا انھیں مکمل تعارف کرایا۔ پوری کائنات کا علم انھیں ودیعت کیا اور اسی علم اور عظمت کی وجہ سے خداوندکریم نے فرشتوں کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ سب فرشتے ان کے سامنے جھک گئے لیکن ابلیس نے انکار کیا۔

ابلیس یعنی شیطان فرشتہ نہ تھا لیکن کثرتِ عبادت سے اعزازی طور پر فرشتوں میں شامل کیا گیا تھا مگر جب اُس نے سرکشی کی اور اپنے آپ کو بڑا سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے ملکوتی منصب چھین کر پستیوں میں ڈال دیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رجیم اور ملعون قرار دے دیا۔

اس واقعے کے بعد وہ آدمؑ کے بارے میں شدید بغض رکھنے لگا۔ اِدھر آدم اور حوا نہایت آرام و آسائش سے زندگی بسر کر رہے تھے اور بہشت کے لالہ زاروں اور سبزہ زاروں میں بیٹھ کر ہر قسم کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے مگر اُدھر شیطان انھیں نقصان پہنچانے کی سوچ رہا تھا۔ جب ان دونوں سے تھوڑی سی غفلت ہوئی تو انھیں بہشت سے زمین کی طرف منتقل کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: ہم نے آدمؑ سے کہا۔ اے آدمؑ تم اپنی بیوی سمیت بہشت میں رہا سہا کرو اور جہاں تمھارا جی چاہے اس میں فراغت سے کھاؤ (پیو) مگر اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ پھر تم اپنا نقصان کرو گے۔

وَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ٥ سورۃ بقرہ پارہ ۱

تب شیطان نے آدمؑ وحواؑ کو (دھوکہ دے کر) وہاں سے ڈگمگایا (اور) جس (عیش وراحت) میں وہ تھے اس نے انھیں وہاں سے نکال پھینکا۔ اور ہم نے کہا تم (زمین پر) اتر پڑو تم میں سے ایک کا ایک دشمن ہوگا اور زمین میں تمہارے لئے ایک خاص وقت (قیامت) تک ٹھہراؤ اور ٹھکانا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے — جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر شیطان نے انکار کیا اور ہم نے (آدمؑ سے) کہا۔ اے آدمؑ یہ یقیناً تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے تو کہیں تم دونوں کو بہشت سے نکلوا نہ دے تو تم (دنیا کی) مصیبت میں پھنس جاؤ۔ کچھ شک نہیں کہ تمہیں یہ (آرام سے) کہہ نہ دے۔ تم یہاں بھوکے رہو گے نہ ننگے اور نہ یہاں پیاسے رہو گے اور نہ دھوپ کھاؤ گے۔ تو شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا۔ اے آدمؑ کیا میں تمہیں ہمیشہ (کی زندگی) کا درخت اور وہ سلطنت جو کبھی زائل نہ ہو بتادوں — چنانچہ دونوں میاں بیوی نے اُس میں سے کچھ کھایا تو ان کا آگا پیچھا ان پر ظاہر ہوگیا۔ اور دونوں بہشت کے (درخت) پتے اپنے آگے پیچھے پر چپکانے لگے اور آدمؑ نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی تو (راہِ ثواب سے بے راہ ہو گئے) اس کے بعد ان کے پروردگار نے برگزیدہ کیا پھر اگلی توبہ قبول کی اور ان کی ہدایت کی۔ فرمایا کہ تم دونوں بہشت سے نیچے اُتر جاؤ۔ تم میں سے ایک کا ایک دشمن ہے۔ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ فَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (سورۂ بقرہ پارہ ۱)

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِيْسَ اَبٰى. فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى. اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى. وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى. فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ ..... الخ ولا یشقیٰ

ہدایت پہنچے (تو تم اس کی پیروی کرنا) کیونکہ جو شخص میری ہدایت پر چلے نہ تو وہ گمراہ ہوگا اور نہ مصیبت میں پھنسے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔" اور اے آدمؑ تم اور تمھاری بیوی (دونوں) بہشت میں رہا سہا کرو اور جہاں سے چاہو کھاؤ (پیو) مگر خبردار اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم اپنا آپ نقصان کرو گے۔ پھر شیطان نے دونوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ (نافرمانی کی وجہ سے) ان کے ستر کی چیزیں جو ان سے پوشیدہ تھیں کھول ڈالے۔ کہنے لگا کہ تمھارے پروردگار نے تم دونوں کو اس درخت (کے پھل کھانے سے) صرف اس لئے منع کیا ہے کہ (مبادا) تم دونوں فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ (زندہ) رہ جاؤ۔ پھر دونوں کے سامنے قسمیں کھائیں کہ میں یقیناً تمھارا خیر خواہ ہوں۔ غرض دھوکے سے ان دونوں کو اس (کے کھانے) کی طرف مائل کیا۔ غرض جونہی ان دونوں نے اس درخت (کے پھل) کو چکھا (بہشتی لباس گر گیا اور سمجھ پیدا ہوئی) ان پر ان کی شرمگاہیں ظاہر ہوگئیں اور بہشت کے پتے (توڑ جوڑ کر) اپنے اوپر ڈھانپنے لگے تب ان کے پروردگار نے ان کو آواز دی کہ کیوں میں نے تم دونوں کو اس درخت کے پاس (جانے) سے منع نہیں کیا تھا (کیا) یہ نہیں جتا دیا تھا کہ شیطان تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ یہ دونوں عرض کرنے لگے اے ہمارے پالنے والے۔ ہم نے اپنا آپ نقصان کیا اگر تو ہمیں معاف نہیں فرمائے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم بالکل گھاٹے ہی میں رہیں گے۔ حکم ہوا۔ تم سب

وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۔ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ۔ فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ ... وَأَقُلْ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ ۔ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۔ قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ

کے سب بہشت سے نیچے اُترو تم میں سے ایک ایک دشمن ہے اور ایک (خاص) وقت تک تمہارا زمین میں ٹھہراؤ (ٹھکانا) اور زندگی کا سامان ہے۔ خُدا نے (یہ بھی) فرمایا تم زمین میں زندگی بسر کرو گے اور اسی میں مرو گے اور اس میں سے (پھر دوبارہ) تم (زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے"۔

ان آیات کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ شیطان نے خدا اور حضرت آدمؑ وحوّا کے متعلق جھوٹی نسبت دی اور کہا کہ اللہ تعالٰی نے شجرِ ممنوعہ کو تمہارے لئے حلال کر دیا ہے اگر آپ نے اسے کھا لیا تو آپ کا شمار فرشتوں میں ہونے لگے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بہشت میں رہا کرو گے اس طریقے سے اس نے آدمؑ وحوّا کو دھوکہ دیا اور جھوٹ کی بنیاد رکھی۔ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آدمؑ وحوّا نے گناہ کا ارتکاب نہیں کیا کیونکہ وہ معصوم تھے بلکہ ان سے ترکِ اولیٰ سرزد ہوا اگر وہ شجرِ ممنوعہ کے قریب نہ جاتے تو بہتر تھا۔ انھیں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ شجرِ ممنوعہ کیا تھا...؟ احادیث میں گندم، انگور، حسد یا علم بیخ تن کا درخت مراد ہے۔

اللہ تعالٰی نے ان کی تخلیق کی تکمیل کے بعد ان سے کہہ دیا تھا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا لیکن جب وہ دونوں اس درخت کے پاس گئے تو ان کا لباس کانٹوں میں اُلجھ گیا جس کی وجہ سے انھیں سخت پریشانی لاحق ہوئی ــــ لہٰذا اُنھوں نے بہشت کے درخت کے پتوں سے اپنے جسموں کو ڈھانپا۔

چند اہم نکات

۱۔ جس بہشت میں آدمؑ وحوّا پیدا کئے گئے اور شیطان نے اُنھیں فریب دیا۔ روایات کے مطابق یہ وہ بہشت نہ تھا جو نیکو کار لوگوں کو حساب کتاب کے بعد ملنا ہے۔ بلکہ علمی اصطلاح میں یہ ایک آسمانی مقام تھا۔ اس وجہ سے اللہ تعالٰی فرماتا ہے" تم سب کے سب بہشت سے نیچے اترو" لہٰذا وہ آسمان سے زمین کی طرف آ گئے۔

۲۔ اسلامی روایات میں شیطان کی بہشت میں جانے کی کیفیت واضح طور پہ بیان نہیں

کی گئی البتہ بعض روایات میں ہے کہ شیطان سانپ یا مور کی کھال پہن کر بہشت میں داخل ہوا۔ ہماری رائے میں یہ روائت "تورات" سے لی گئی ہے جو صحیح معلوم نہیں ہوتی۔

۳۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حوا آدمؑ کے بائیں پہلو سے اور ان کے طفیل پیدا کی گئیں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ بھی "تورات" کی روایات سے لی گئی ہے۔

۴۔ جو ظلم آدمؑ و حوا سے سرزد ہوا تھا اس کا مقصد یہ ہے کہ انھوں نے خود کو نقصان پہنچایا۔ کسی اور پر ظلم نہیں کیا اس لئے انھیں ظالموں میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ ان کی معصیت ہمارے گناہوں کی مانند نہ تھی کیونکہ وہ معصوم تھے اور معصوم کبھی گناہ نہیں کرتے۔ اس معصیت کا مقصد یہ ہے کہ انھیں اپنے کام پر پریشانی ہوئی۔

۶۔ فغوٰی .... اس کا معنی یہ ہے کہ آدم علیہ السلام خود کو شجرِ ممنوعہ کے نزدیک لانے سے روک نہ سکے اور تھوڑی سی لغزش کر بیٹھے۔

۷۔ حضرت آدمؑ چاہتے تھے کہ بہشت میں بھی رہیں اور اس درخت کے پاس بھی نہ جائیں جو انھیں دُنیا کے قریب کرتا ہے لہٰذا اس درخت کے پھل کو تناول فرمایا.... آپ ان دونوں چاہتوں کو جمع نہ کر سکے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کثرتِ اطاعت کی وجہ سے ان کی توبہ قبول کی لیکن انھیں دوبارہ بہشت میں رہنے کی اجازت نہ دی نیز انھیں زمین میں زندگی گزارنے، معاشرتی و اجتماعی امور کو سلجھانے پر مامور کیا گیا۔

ہم نے آدمؑ و حوا کا واقعہ اس لئے نقل کیا ہے کیونکہ اس عظیم اور تاریخی واقعے میں جنابِ حوا برابر شریک تھیں۔ قرآن مجید اور احادیث میں اس سانحے کی ذمہ داری حضرت آدمؑ پر عائد کی گئی ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو خلیفۃ اللہی بنانا چاہا تو آدمؑ انتخاب پر پورے اُترے مگر ایک مقام پر ترکِ اولیٰ کر بیٹھے۔ حضرت حوا نے اپنی طرف سے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ امتحان میں دونوں کو برابر مبتلا کیا گیا ہے اس راہ میں جو کچھ بھی دیکھا دونوں نے دیکھا۔ فرق فقط یہ ہے کہ حضرت آدمؑ نے فرمانِ الٰہی کے سامنے غفلت برتی اور اپنی شریکۂ حیات کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے اس لئے سارے واقعے کی ذمہ داری حضرت آدمؑ پر ہے۔

حافظ شیرازی نے کہا ہے۔

ے من فلک بودم و فردوس بریں جایم بود آدم آورد درایں دیر خراب آبادم

یعنی میں فرشتہ تھا اور فردوس بریں میں رہتا تھا لیکن آدم مجھے اس ویرانے میں لے آئے

جلال الدین بلخی کہتے ہیں

ے جد تو آدم بہشتش جای بود قدسیاں کردند بہراو سجود

یک گنہ ناکردہ گفتندش تمام مجرمی مجرم برو بیروں خرام

تو طمع داری کہ با چندیں گناہ داخل جنت شوی ای روسیاہ

اے انسان ! آپ کے سب سے پہلے باپ آدمؑ بہشت میں رہتے تھے اور فرشتوں نے انھیں سجدہ کیا۔ ایک ناکردہ گناہ کی بناء پران کو بہشت سے نکالا گیا۔

اے گناہ گار ! تو اتنے گناہوں کے باوجود جنت کی توقع رکھتا ہے...... ؟

اس کا مقصد یہ ہے کہ آدمؑ کو تو تھوڑی سی لغزش کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا جبکہ ہم بہت سے گناہ کرتے ہیں اور پھر بھی جنت کی توقع رکھتے ہیں...

پروین اعتصامی کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیے

ے خودرائی می بناشس کہ خودرای

راند از بہشت آدمؑ و حوا را

حضرت نوحؑ کی بیوی

قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں پچاس کم (۹۵۰) ہزار برس رہے اور قوم کی ہدایت و رہنمائی کی۔

جناب نوح علیہ السلام ہمیشہ اپنی قوم کو تبلیغ کرتے اور کہتے تھے کہ تم اپنے خداوند کریم کو چھوڑ کر بتوں اور پتھروں کی پوجا کیوں کرتے ہو ....؟

روایات کے مطابق جناب نوحؑ کی عمر ہزار سال تھی جس میں ۹۵۰ سال عوام کو تبلیغ کی۔ اگرچہ اس وقت اتنی آبادی نہ تھی جواب ہے لیکن جتنے تھے بُت پرستی، سرکشی اور اخلاقی برائیوں کا شکار تھے۔ جناب نوحؑ نے اپنے خاندان کی ایک عورت سے شادی کی۔ یہ عورت کردار اور سیرت میں اچھی تھی لیکن اس کی کچھ عادات اچھی نہ تھیں۔ اُس کی بدخصلتی کی وجہ سے قرآن نے اس کی سخت مذمت کی ہے۔

اس عورت کے معمولات میں یہ بات شامل تھی کہ گھر میں جو بھی نئی بات ہوتی تھی وہ جاکر دوسروں کو بتادیتی تھی۔ اسی وجہ سے جناب نوحؑ کو بھی کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ نوح علیہ السلام کی تبلیغی کوششوں اور اصلاحی کاوشوں کے باوجود ان کی بیوی اپنے کافرانہ نظریات پر قائم رہی۔ آپ ہمیشہ اُسے بتوں کی پرستش کی بجائے خدائے لم یزل کی عبادت کی تلقین کرتے لیکن اُس پر آپ کی تبلیغ اور مشفقانہ نصیحتوں کا ذرا بھر اثر نہ ہوا۔ آپ نے اندرونی اور بیرونی سطح پر تبلیغ کا حق ادا کردیا۔ اس طرح کئی سال بیت گئے مگر قوم کی اصلاح نہ ہوسکی بلکہ وہ لوگ اپنے گناہوں پر فخر کرنے لگے۔ جن لوگوں نے اس صدائے حق پر لبیک کہی ان کی تعداد ۱۰۰ تھی۔ آپ کی بیوی غلط ماحول میں رچ بس چکی تھی۔ وہ آپ کی توہین کرتی، آپ کی ہر بات ٹھکراتی اور لوگوں میں اکثر کہتی تھی کہ اس کی بات نہ مانو کیونکہ یہ بیچارا بوڑھا ہوچکا ہے۔ اس کی عقل کام نہیں کرتی اس لئے جو بھی کہتا پھرے اس پر توجہ نہ دیں۔

جناب نوحؑ کئی برس تک تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے اور جگہ جگہ جاکر تبلیغ کی مگر

ان لوگوں کی معصیت اور سرکشی میں کمی کی بجائے اضافہ ہی ہوتا گیا۔ جب آپ نے دیکھا کہ ان کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کی پروردگارا (ان) کافروں میں سے کسی کو روئے زمین پر بسا ہوا نہ رہنے دے۔

قرآن مجید نے نوحؑ کی ناصحانہ تبلیغ کو واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

"ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کے پاس (پیغمبر بنا کر) بھیجا تاکہ قبل اس کے ان کی قوم پر دردناک عذاب آئے ان کو اس سے ڈرائے" تو (نوحؑ اپنی قوم سے) کہنے لگے اے میری قوم میں تمھیں صاف صاف ڈراتا (اور سمجھاتا) ہوں کہ تم لوگ خدا کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو اور میری اطاعت کرو خدا تمھارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمھیں (موت کے) مقررہ وقت تک باقی رکھے گا۔ بیشک جب خدا کا مقرر کیا ہوا وقت آجاتا ہے تو پیچھے ہٹایا نہیں جا سکتا اگر تم سمجھتے ہو۔

(جب لوگوں نے نہ مانا تو) عرض کی۔ پروردگار! میں اپنی قوم کو (ایمان کی طرف) رات دن بلاتا رہا لیکن وہ میرے بلانے سے گریز ہی کرتے رہے اور جب میں نے ان کو بلایا کہ (توبہ کریں) اللہ انھیں معاف کر دے گا تو انھوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور (مجھ سے چھپنے کو) کپڑے اوڑھ لئے اور اڑ گئے اور بہت شدت سے اکڑ بیٹھے پھر میں نے ان کو بلایا پھر ان کو ظاہر بظاہر سمجھایا اور ان کی پوشیدہ فہمائش کی پس میں نے ان سے کہا اپنے پروردگار سے مغفرت کی دعا مانگو بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ (اور) تم پر آسمان سے موسلا دھار پانی برسائے گا اور مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمھارے لئے باغ بنائے گا اور تمھارے لئے نہریں جاری کرے گا۔ پھر نوحؑ نے عرض کی پروردگار! ان لوگوں نے میری نافرمانی کی اور ایسے کی پیروی کی جس کے مال اور اولاد نے اس کو نقصان کے سوا کچھ فائدہ نہ پہنچایا۔ انھوں نے بہتیروں کو گمراہ کر کے چھوڑا اور تو ان ظالموں کی گمراہی کو اور بڑھا دے۔

اگر تو ان کو چھوڑ دے گا تو یہ پھر تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی اولاد بس گنہگار اور کافر ہی ہوگی۔

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا (سورہ نوح آیت ۲۶)

إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (سورہ نوح آیت ۲۷)

اے پروردگار! مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو مومن میرے گھر میں آئے اُس کو اور تمام ایمان دار مردوں اور مومنہ عورتوں کو بخش دے اور (ان) ظالموں کی بس تباہی کو اور زیادہ کر۔

افسوس ناک بات یہ تھی کہ جناب نوحؑ کی بیوی اور ان کا بیٹا اس ماحول میں رچ بس چکے تھے۔ آپ گھر اور گھر سے باہر لوگوں کو سنوارنے کی کوشش کرتے تھے لیکن اُس قوم میں گناہ اور معصیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آخر تنگ آکر حضرت نے ان کی ہلاکت کی دُعا کی۔

ارشادِ الٰہی ہوتا ہے:۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا اور تنور جوش مارنے لگا تو ہم نے حکم دیا، اے نوحؑ! ہر قسم کے جانوروں میں سے (نر و مادہ) کا جوڑا لے لو اور جس کی (ہلاکت) کا حکم پہلے ہی ہو چکا ہے اس کے سوا اپنے سب گھر والے اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان سب کو کشتی میں بٹھا لو اور ان کے ساتھ ایمان بھی تھوڑے ہی لوگ لائے تھے۔

پہلے تنور سے پانی اُبلنے لگا، آفتاب کو گہن لگ گیا، آسمان سے موسلا دھار پانی برسنے لگا پھر زمین کے تمام چشمے زوروں سے اُبلنے لگے اور تمام خطہ پانی پانی ہو گیا یہاں تک کہ آسمان اور پانی کے سوا کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی۔ حضرت نوحؑ کی بیوی اور ان کا بیٹا دونوں پانی میں غرق ہو گئے۔

نتیجہ کلام: قرآن مجید نے حضرت نوحؑ کی بیوی کے خیانت آمیز کردار کی سخت مذمت کی ہے پھر اس کے انجام کو بھی بتایا ــــ قرآن کی نظر میں رشتہ داری کسی کو نجات نہیں دلا سکتی جیسا کہ ایک فارسی میں شعر ہے۔

چوں کنعاں را طبیعت بے ہنر بود
پیغمبر زادگی قدرش نیفزود

دوسرے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان نافرمانی کی بدولت خاندان سے بھی خارج ہو جاتا ہے اور اسی بنا پر والدین کی نافرمانی عاق ہونے کا باعث بنتی ہے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا (سورۃ نوح پارہ ۲۹ آخری آیت)

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ (سورہ ہود آیت ۴۰)

حضرت لوطؑ کی بیوی

حضرت لوطؑ کی بیوی بھی حضرت نوحؑ کی بیوی کی مانند بدکردار تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی قرآن مجید میں سخت مذمت کی ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خالہ زاد (بھائی) یا ایک روایت کے مطابق جناب ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے۔ آپ سرزمین بابل میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں اپنے چچا کے ہمراہ فلسطین چلے آئے۔ کچھ مدت کے لئے مصر بھی گئے لیکن پھر فلسطین واپس آ گئے۔ حضرت لوطؑ موتفکات کی ہدایت و اصلاح کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے۔ ان لوگوں سے پانچ شہر آباد تھے جن میں سب سے بڑا شہر صدوم تھا جناب لوطؑ نے وہاں کے لوگوں کے اخلاق و کردار کو سنوارنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن وہ لوگ اپنی برائیوں، زیادتیوں اور خباثتوں سے باز نہ آئے بلکہ روز بروز ان چیزوں میں اضافہ ہوتا گیا۔

یہ لوگ مصر اور شام کے درمیان شاہراہ پر آباد تھے اور بہت زیادہ بخیل اور ہٹ دھرم تھے۔ وہ مسافروں کی آمد و رفت سے بہت گھبراتے تھے۔ آخر شیطان نے اُن کے کان میں یہ پھونکا کہ جو مسافر تمہارے پاس آئے اس سے غیر اخلاقی زیادتی کرو اس طرح ان کی آمد و رفت رک جائے گی غرضیکہ وہ فعلِ بد کے مرتکب ہو گئے۔ رفتہ رفتہ اس کے ایسے خوگر ہوئے کہ یہ قبیح فعل ان کی عادت کا حصّہ بن گیا۔ آپ نے تیس برس تک ان کو ہدایت کی اور انھیں سمجھانے کے لئے کوئی کسر نہ رکھی مگر وہ لوگ نہ مانے۔

آخر حضرت لوطؑ نے اس قوم پر نفرین کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا کو قبول فرمایا اور ان کی قوم کی تنبیہہ کے لئے چند فرشتے بھیجے۔ یہ فرشتے پہلے فلسطین میں حضرت ابراہیمؑ کے گھر آئے فرشتے نوجوان حسین لڑکوں کی صُورت میں آئے اور آتے ہی حضرت ابراہیمؑ سے کہا اے خلیل! کیا تم مہمان نہیں چاہتے۔ یہ سنتے ہی آپ نے ان کو اپنے گھر میں جگہ دے دی۔ آپ نے سارہ سے فرمایا ایسے نیک اور خوش خلق مہمان آئے ہیں کہ میں نے تمام عمر ایسے انسان نہیں دیکھے۔ ان بھلے

کھانے کا اہتمام کرو۔ بالآخر ان کی ضیافت کے لئے ایک بچھڑا ذبح کیا گیا۔ گوشت تیار ہوا اور آپ خود لے کر مہمانوں کے پاس آئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ مہمان کھانا نہیں کھاتے۔ اس زمانے کا دستور تھا کہ اگر کوئی شخص کسی کے پاس بُرے ارادے سے آئے تو اس کا کھانا نہیں کھاتا تھا۔ اس لئے جناب ابراہیمؑ کو خدشہ ہوا کہ کہیں یہ بُرا ارادہ لے کر نہ آئے ہوں لیکن جب ان مہمانوں نے کہا اے خلیلِ خدا! آپ ڈریئے نہیں ہم تو قوم لوطؑ کی طرف (ان کی سزا کے لئے) بھیجے گئے ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ ابراہیمؑ کی بیوی (سارہ) کھڑی ہوئی تھیں یہ سن کر ہنس پڑیں تو ہم نے انھیں (فرشتوں کے ذریعے) اسحٰقؑ کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی اور اسحٰقؑ کے بعد یعقوبؑ کی۔

اس کے بعد وہ فرشتے حسین وجمیل لڑکوں کی صورت میں حضرت لوطؑ کے گھر آئے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوطؑ کے پاس آئے تو ان کے خیال سے رنجیدہ ہوئے اور ان کے آنے سے تنگ دل ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ (آج کا دن) سخت مصیبت کا دن ہے اور ان کی قوم (لڑکوں کا آنا سُن کر بُرے ارادے سے) ان کے پاس دوڑتی ہوئی آئی اور یہ لوگ اس سے قبل بھی بُرے بُرے کام کیا کرتے تھے۔ ”لوطؑ نے کہا۔ اے میری قوم! یہ میری قوم کی بیٹیاں موجود ہیں (ان سے نکاح کر لو) یہ تمہارے واسطے (جائز) صاف ستھری ہیں خدا سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رُسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی سمجھدار آدمی نہیں ہے“....؟

(ان کم بختوں) نے جواب دیا تمھیں تو خوب معلوم ہے کہ تمھاری قوم کی لڑکیوں کی ہمیں کچھ حاجت نہیں ہے اور جو بات ہم چاہتے ہیں وہ تم خوب جانتے ہو۔

لوطؑ نے کہا ” کاش مجھ میں تمھارے مقابلے کی قوت ہوتی یا کسی مضبوط قلعہ میں پناہ لے سکتا“۔

قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ (سورہ ہود آیت ۷۸)

"وہ فرشتے بولے اے لوطؑ! ہم تمھارے پروردگار کے بھیجے ہوئے (فرشتے) ہیں۔ یہ لوگ تم تک ہرگز دسترس نہیں رکھتے۔ تم کچھ رات رہے اپنے لڑکوں بالوں سمیت نکل بھاگو اور تم میں سے کوئی ادھر مڑ کر بھی نہ دیکھے مگر تمھاری بیوی۔ جس پر یہ عذاب نازل ہونے والا ہے جو ان لوگوں پر نازل ہوگا اور ان کے عذاب کا وعدہ بس صبح ہے، کیا صبح قریب نہیں ہے"۔

جب انھوں نے حضرت لوطؑ کی باتوں پر عمل نہ کیا تو حضرت جبرئیلؑ ان کے شہروں کو اپنے پَروں پر اٹھا کر آسمان تک لے گئے اور وہاں سے اُلٹ کر زمین پر پھینک دیا..... اور وہ سب کے سب ہلاک ہوگئے۔ جو لوگ اس شہر سے باہر تھے ان پر پتھر کا مینہ برسا اور وہ اس طرح ہلاک ہوگئے۔

ان کی بیوی بھی عذاب الٰہی سے بچ نہ سکی۔ ایک سخت آواز اس کے کان میں پہنچی۔ وہ پیچھے مڑ کر کہنے لگی ہائے میری قوم ــ اس وقت ایک پتھر اُس کے سر پر گرا اور وہ وہیں ٹھنڈی ہوگئی۔ اس پر عذاب اس وجہ سے ہوا کیونکہ وہ کافرہ تھی لیکن حضرت لوط علیہ السلام اور جنھوں نے حضرت لوطؑ کی پیروی کی ــ انھوں نے نجات پائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے" تب ہم نے ان کو اور اُن کے گھر والوں کو نجات دی مگر ان کی بیوی کہ وہ (اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے) پیچھے جانے والوں میں سے تھی"۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:" تو ہم نے ان کو ان کے سب بال بچوں کو نجات دی مگر لوطؑ کی بوڑھی عورت کہ وہ پیچھے رہ گئی (ہلاک ہوگئی)

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ، اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (سورہ اعراف آیۃ ۸۳)

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ (سورہ شعراء آیۃ ۱۷۰-۱۷۱)

قرآن مجید کے ارشادات کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویاں بدکردار اور بدطینت تھیں ۔ ان دونوں نے نہ فقط ان انبیائے کرام کی دعوت کو ٹھکرایا بلکہ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ مل کر ان کی توہین بھی کی۔

حضرت نوحؑ کی بیوی نے یہ دغا کی کہ آپ سب لوگوں کو ہدایت کرتے اور یہ کم بخت لوگوں سے کہتی کہ نوحؑ دیوانہ ہے ۔ میں اس کے پاس برابر رہتی ہوں۔ مجھے اس کی حالت خوب معلوم ہے اور حضرت لوطؑ کی بیوی یہ شرارت کرتی کہ جب تازہ وارد مہمان حضرت کے پاس آتا تو حضرت کا دل دکھانے اور مہمان کو ستانے کے لئے فوراً جا کر لوگوں کو خبر دیتی ۔ ان دونوں کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے ۔

خدا نے کافروں (کی عبرت) کے واسطے نوحؑ کی بیوی (واعلہ) اور لوطؑ کی بیوی (والہہ) کی مثل بیان فرمائی ہے کہ یہ دونوں ہمارے بندوں کے تصرف میں تھیں مگر دونوں نے اپنے شوہروں سے دغا کی ۔ ان کے شوہر خدا کے مقابلے میں ان کے کچھ کام نہ آئے اور ان دونوں (عورتوں) کو حکم دیا گیا کہ جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی جہنم میں داخل ہو جاؤ ۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۔

(سورہ تحریم آیت ۱۰)

حضرت بی بی ہاجرہؑ

حضرت ابراہیمؑ خلیلِ خدا تھے۔ انھوں نے سرزمینِ بابل میں آنکھ کھولی اور وہیں پر پلے بڑھے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وہاں کی مروجہ زبان فارسی تھی کیونکہ فتح کے بعد بابل ایرانیوں کے قبضہ میں آگیا تھا۔

سرزمینِ بابل پر حضرت ابراہیمؑ کے چچا آذر بھی پیدا ہوئے تھے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے (اے رسولؐ اس وقت کو یاد کرو) "جب ابراہیمؑ نے اپنے (منہ بولے) باپ آذر سے کہا کہ تم بتوں کو خدا مانتے ہو"۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آذر سچ مچ حضرت ابراہیم کا باپ تھا حالانکہ ایسا نہیں البتہ حضرت ابراہیمؑ کو اُس نے پالا تھا اور وہ فی الحقیقت آپ کا چچا تھا۔ خدا نے بھی آپ کے قول کو بیان کر دیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام تارخ تھا۔ آپ اِسی مقام پر منصبِ نبوت پر فائز ہوئے اور وہیں سے دعوتِ توحید کا آغاز کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ یہاں کے لوگ اپنے تراشے ہوئے بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور سورج، چاند اور ستاروں کی پرستش کرتے ہیں۔ آپ نے سب سے پہلے اپنی قوم کو راہ و روش پر کڑی نکتہ چینی کی اور اصنام پرستی کی مذمت کرتے ہوئے اُنھیں اللہ تعالیٰ کی پرستش کی دعوت دی۔

اُس وقت کا مقتدر حکمران نمرود تھا جو خود کو خدا سمجھتا تھا اور عوام کو مشرکانہ نظریات پر کاربند رہنے کی تلقین کرتا تھا۔ آپ نے اُس کا بھرپور مقابلہ کیا۔ آپ نے نمرود سے کہا میں انسانی ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھروں کو کیونکر تسلیم کروں — جو بے جان اور جامد ہیں پھر تمھیں خدا کس طرح مانوں جبکہ تم موت و حیات پر قادر نہیں ہو۔ طویل جدوجہد کے بعد حضرت ابراہیمؑ کو فتح حاصل ہوئی اور نمرود ہلاک ہوگیا۔ نمرود کی ہلاکت کے بعد آپ اپنی اہلیہ جناب سارہ اور اپنے بھتیجے حضرت لوطؑ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً (سورۃ انعام آیت ۷۴)

کو لے کر سرزمین بابل سے نکل کھڑے ہوئے اور حلب و دمشق سے ہوتے ہوئے فلسطین پہنچے۔ آپ نے وہاں کے لوگوں کو ذاتِ الٰہی کی طرف مائل ہونے کی دعوت دی۔ آپ نے کچھ عرصہ وہاں گزارا اور پھر دعوتِ توحید کے لئے مصر تشریف لے گئے۔ حضرت ابراہیمؑ اور سارہ نے زندگی کا طویل حصّہ اکٹھے گزارا لیکن نعمتِ اولاد سے محروم تھے۔ سارہ حضرت ابراہیمؑ کی خالہ کی بیٹی تھی اور نہایت پاکدامن اور باعظمت خاتون تھیں انھوں نے جناب ابراہیمؑ کو مشورہ دیا کہ آپ ہاجرہ سے شادی کرلیں شاید اللہ تعالیٰ آپ کو بیٹا عنایت فرمائے اور آپ کی پاکیزہ نسل زمین میں باقی رہ سکے۔

آپ نے ہاجرہ سے شادی کی اور اپنے پروردگار سے اولاد کی دعا کی تاکہ مقصد کی تکمیل ہو سکے۔ اللہ نے اُن کی دعا قبول فرمائی۔ چھیاسی برس کی عمر میں ہاجرہ کے بطن سے پہلا بیٹا اسمٰعیل پیدا ہوا۔ اسماعیل بہت ہی خوبصورت اور پُرکشش بچہ تھا۔ بچے کی میٹھی میٹھی اور شیریں گفتگو سُن کر ہر شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ سارہ جب اس پیارے بچے کو دیکھتی تو نسوانی مزاج کے تحت مایوس ہو جاتی۔ سوچتی ــــ کاش ابراہیمؑ کو دوسری شادی کا مشورہ نہ دیتی اور نہ ہی اس قدر مایوسی کا سامنا کرتی۔ کچھ مدت کے بعد جب سارہ کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا تو ابراہیمؑ سے کہا کہ آپ ہاجرہ اور اسمٰعیل کو کسی دوسری جگہ منتقل کر دیں۔ انھیں ایسے ویرانے میں چھوڑ آئیں جہاں زندگی کا کوئی ذریعہ موجود نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو وحی فرمائی کہ سارہ کی فرمائش قبول کرو۔ اس کے بعد قدرت نے تیز رفتار سواری (براق) بھیجی۔ ابراہیمؑ، ہاجرہ اور اسماعیلؑ سوار ہوتے اور فلسطین سے سفر کر کے مکہ میں وارد ہوتے۔ آپ نے ہاجرہ اور اسماعیلؑ کو صحرائے حجاز کے ایک ویران گوشے میں ٹھہرا دیا۔ جاتے وقت ان سے وعدہ کیا کہ وہ بہت جلد ان کی خبر گیری کرنے کو آئیں گے۔ جناب ابراہیمؑ اپنی وفا شعار بیوی اور نورِ نظر کو مصلحتِ ایزدی کے تحت صحرائے حجاز میں چھوڑ کر آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ اور ہاجرہ کا امتحان لینا تھا اور اس کے بعد اسے اُمّ القریٰ کے نام سے بستیوں کا سرچشمہ قرار دینا تھا۔

ہاجرہ کے ہمراہ پانی کی ایک چھاگل تھی جو ایک دن میں خالی ہوگئی۔ اب ان دونوں کے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ جوں جوں سورج کی گرمی بڑھنے لگی۔ پیاس کی شدت

محسوس ہونے لگی۔ بچے کے معصوم لب خشک ہونے لگے۔ بلکتے اور روتے بچے کو دیکھ کر ہاجرہ بے تاب ہوگئیں۔ پانی کی تلاش میں اپنے مقام سے اٹھیں۔ صفا و مروہ کے درمیان چمکتی ہوئی ریت کو پانی سمجھا۔ جب قریب گئیں تو ریت کے خشک ذرات کے سوا کچھ نہ تھا۔ بی بی نے صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سات چکر لگائے لیکن اتنی کوشش کے باوجود کہیں پانی نہ مل سکا۔ جب پیاس اور تھکن سے چور چور ہو کر واپس آئیں تو دیکھا سنگریزوں کے نیچے زمین سے پانی رِس رہا ہے۔ پتھروں اور کنکروں کو ہٹایا تو ٹھنڈا اور شیریں پانی کا دھارا بہہ نکلا۔ یہ دیکھ کر آپ کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی اور بے ساختہ زبان سے نکلا۔ زم زم —— یعنی رُک جا، ٹھہر جا۔

ہاجرہ کے ایثار کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے تاقیامِ قیامت صفا و مروہ کے مابین دوڑنے (سعی) کو حاجیوں کے لئے لازمی قرار دیا اور اسماعیلؑ کے صدقے قیامت تک آبِ زمزم کو جاری ساری رکھنے کا اہتمام فرمایا۔ ٹھنڈے اور میٹھے پانی سے ہاجرہ نے اپنی اور اپنے بچے کی پیاس بجھائی۔ اس کے بعد پتھروں سے چشمے کے چاروں طرف ایک منڈیر بنادی تاکہ پانی جمع ہوتا رہے۔ پانی کو دیکھ کر فضا کے پرندے سمٹ کر آنے لگے یہاں تک کہ وہاں دیکھتے ہی دیکھتے آبادی کے آثار پیدا ہونے لگے۔ بنی جرہم کا ایک قافلہ یمن سے شام کی طرف جا رہا تھا جب وہاں پرندوں کے جھنڈ کو دیکھا تو قافلے والے سمجھ گئے یہاں پانی موجود ہے۔ جب قریب آئے تو دیکھا ایک خاتون ایک ننھے سے بچے کو اپنی آغوش میں لئے حیران و پریشان بیٹھی ہے اور پاس ہی پانی کا چشمہ ہے۔ وہ دم بخود رہ گئے۔ اور اس انوکھے منظر کو نیک شگون قرار دے کر وہاں ٹھہرنے کے لئے ہاجرہ سے اجازت طلب کی۔ (اجازت ملنے پر) انھوں نے اپنے خیمے لگانے شروع کئے اور یوں ایک مختصر سی آبادی قائم ہوگئی۔

حضرت اسماعیل وہیں پر پلے بڑھے اور اسی قبیلے کی ایک پاکدامن لڑکی سے شادی کی۔ انھوں نے مستقل طور پر اُسے جائے سکونت قرار دیا۔ جب اس بی بی (   ) نے انتقال کیا تو انھیں کعبہ کے پہلو میں دفن کیا گیا اسے حجرِ اسماعیلؑ کہا جاتا ہے۔

اُس دوران میں جناب ابراہیمؑ بُراق کے ذریعے سے چند مرتبہ فلسطین سے مکہ آئے اور اپنی بیوی بچے سے ملاقات کی۔ ایک مرتبہ انھیں حکمِ الٰہی ملا کہ یہاں پر ایک عمارت تیار کریں۔ آپ

نے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی ۔ اسماعیلؑ اپنے کندھوں پر پتھر اٹھا کر لاتے اور ابراہیمؑ پتھروں کو چُن چُن کر دیواریں کھڑی کرتے ۔ اس طرح باپ بیٹے نے مل کر خانہ کعبہ کی عمارت کو تکمیل تک پہنچایا۔ پھر باپ بیٹے نے دُعا مانگی۔ اے رب ! ہمارے اس کام کو قبول فرما۔ تو ہی بہترین سننے والا اور حکمت والا ہے۔

جب آپؑ اپنی بیوی اور بچے کو صحرائے غربت میں چھوڑ کر جا رہے تھے تو ایک مرتبہ آبدیدہ ہو گئے اور گڑگڑا کر بارگاہ الٰہی میں دُعا کی ۔ :

"اے پروردگار ! میں نے تیرے مقدس گھر کے پاس ایسی سرزمین پر جہاں کھیتی باڑی نہیں ہوتی اپنی کچھ ذرّیت کو لا بسایا ہے تاکہ اے ہمارے رب ۔ وہ نماز قائم کریں ۔ تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف جھکا دے اور ان کے لئے پھلوں کی روزی کا سامان کر تاکہ وہ تیرے شکر گزار ہوں"۔

اگرچہ ہاجرہ کا نام قرآن مجید میں نہیں آیا لیکن اس واقعہ کی قابل ذکر شخصیت بی بی ہاجرہ ہیں۔ اس واقعہ کی سچائی میں ذرا بھر شک نہیں کیونکہ قرآن پاک نے اسے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

---

1 رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۝ (سورۃ ابراہیم آیت ۳۷ پارہ ۱۳)

حضرت بی بی سارہ

حضرت سارہ جناب ابراہیمؑ کی خالہ کی بیٹی تھیں۔ جو خوبیاں ایک اچھی عورت میں ہونی چاہیئں وہ اس بی بی میں موجود تھیں۔ خوبصورتی اور زیبائی کے لحاظ سے بھی اپنے زمانے کی بےنظیر عورت تھیں جب آپ کا اس بی بی سے نکاح ہوا تو سارہ نے اپنا تمام مال حضرت ابراہیم کو دے دیا۔ حضرت سارہ خود نہایت مالدار تھیں اور ان کے پاس بھیڑوں کے ریوڑ وافر تعداد میں تھے۔

جب قحط پڑا تو حضرت ابراہیم مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کا ارادہ بیت المقدس جانے کا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ اپنے اہل وعیال کو لے کر روانہ ہوئے۔ آپ کی کوشش تھی کہ سارہ کو کوئی شخص بھی دیکھ نہ پاتے اس لئے پردے کا خاص اہتمام کیا۔ جب آپ اُس زمین سے گزرے جہاں ایک قبطی بادشاہ حکمران تھا تو اس کے کارندوں نے جناب ابراہیمؑ کو روک لیا اور کہا آپ ہمارے بادشاہ کی زمین سے نہیں گزر سکتے جب تک بادشاہ کا حصہ ادا نہ کریں۔

جب کارندوں نے آگے بڑھ کر پردہ ہٹایا تو ایک حسین وجمیل عورت دیکھ کر دم بخود رہ گئے۔ اُن میں سے ایک نے دست درازی کرتے ہاتھ بڑھایا۔ جناب ابراہیمؑ نے خُدا سے دُعا کی اور اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔ اُس نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے معافی مانگی۔ آپ نے دُعا کی اور اس کا ہاتھ پھر سے درست ہو گیا۔

اُس شخص نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ آپ نے کہا کہ میری خالہ کی لڑکی ہے۔ میری بہن ہے۔ آپؑ نے سارہ کو بہن اس لئے کہا کیونکہ ہر مومنہ عورت دینی رشتہ کے لحاظ سے مومن کی بہن ہوتی ہے۔

دوسرے۔! اگر حضرت ابراہیم خود کو سارہ کا شوہر بتاتے تو وہ بادشاہ انھیں قتل کرا دیتا۔

بعدازاں بادشاہ نے جب ایک بار سارہ کو دیکھا تو حواس کھو بیٹھا۔ جب ہوش میں آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ انھیں بڑی شان وشوکت کے ساتھ حرم سرا میں لے چلیں۔ پھر

اس نے حضرت ابراہیمؑ سے وضاحت چاہی اور کہا — یہ عورت آپ کی کیا لگتی ہے ؟ یہ میری بیوی ہے ۔ میں نے اسے بہن اس لئے کہا چونکہ تمھاری نیت میں فتور تھا ۔ اگر میں خود کو اس کا شوہر بتاتا تو تو مجھے جان سے مار دیتا ۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ اور سارہ کو اس بڑی آزمائش میں سے کامیابی کے ساتھ نکالا ۔ بادشاہ نے حضرت ابراہیمؑ کی بزرگی سے متاثر ہو کر کچھ تحائف پیش کئے جن میں ہاجرہ نامی کنیز بھی تھی ۔ یہی بی بی بعد میں ابراہیمؑ کے حرم سرا میں داخل ہوئیں ۔ اس کے بعد وہ بادشاہ دُور تک آپ کو پہنچانے گیا اور بڑے احترام سے رخصت کیا ۔

آپؑ چند سال مصر میں مقیم رہے ۔ جب فلسطین میں خشک سالی کے آثار ختم ہوتے تو آپ واپس تشریف لائے اور وہاں لوگوں کی اصلاح و ہدایت میں مصروف ہو گئے ۔ آپؑ اور بی بی سارہ برابر اولاد کی دُعا کرتے رہے ۔ اُس وقت آپؑ کی عمر ۸۰ سال سے زیادہ ہو چکی تھی لیکن اولاد نہ تھی ۔ بی بی سارہ نے کہا آپؑ ہاجرہ سے نکاح کر لیں تاکہ اولاد پیدا ہو اور آپؑ کی نسل آگے چلے چنانچہ آپ نے نکاح کر لیا ۔ اللہ تعالیٰ نے بی بی ہاجرہ کو فرزند عطا فرمایا جس کا نام اسماعیلؑ رکھا گیا ۔

جب اسماعیلؑ تیرہ برس کے ہوتے تو اللہ نے جناب سارہ کو بھی اسحاقؑ عطا کیا ۔ یہ سب کچھ خدا نے ابراہیمؑ اور سارہ کو ان کے خلوص اور فداکاری کے صلے میں دیا ۔ اُنھوں نے ہر آزمائش کو مسکرا کر سینے سے لگایا اور خدا نے انھیں ہر نعمت سے نوازا ۔

جناب ابراہیمؑ اب ۱۲۰ سال کے ہو چکے تھے اور سارہ کی عمر ۹۰ سال کے لگ بھگ تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے اُن فرشتوں کی ڈیوٹی لگائی جو قوم لُوط کو عذاب میں مبتلا کرنے کے لئے صدوم آ رہے تھے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے گھر جائیں اور انھیں اولادِ نرینہ کی خوشخبری دیں ۔ قرآن مجید یہ ماجرا یوں بیان کرتا ہے ۔

(فرشتے) ابراہیمؑ کے پاس خوشخبری لے کر آئے اور انھوں نے (ابراہیمؑ کو) سلام کیا اور ابراہیمؑ نے سوال کا جواب دیا ۔ پھر ابراہیمؑ بلا توقف ایک بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت لاتے (اور ساتھ کھانے بیٹھے) پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کھانے کی طرف نہیں بڑھتے تو ان کی طرف سے بدگمان ہوتے اور جی ہی جی میں اُن سے ڈر گئے (فرشتے) کہنے لگے آپ ڈرتے نہیں ہم تو قوم لُوط کی طرف (ان کی سزا کے لئے) بھیجے گئے ہیں — ابراہیمؑ کی بیوی (سارہ) وہاں کھڑی ہوئی

ہوتی تھیں وہ (یہ خبر سُن کر) ہنس پڑیں تو ہم نے (فرشتوں کے ذریعے سے) اسحٰقؑ (کے پیدا ہونے) کی خوش خبری دی اور اس اسحٰقؑ کے بعد یعقوبؑ کی۔ وہ کہنے لگیں۔ اے ہے (وائے) اب میں بچہ جننے بیٹھوں گی۔ میں تو بڑھیا ہوں اور میرے میاں بھی بوڑھے ہیں یہ تو ایک بڑی تعجب خیز بات ہے۔ وہ فرشتے بولے۔ تم خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہو۔ اے اہلِ بیت (نبوت) تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں اس میں شک نہیں کہ وہ قابلِ حمد بزرگ ہے"۔

اللہ تعالٰی نے سارہ جیسی بوڑھی عورت کو اسحٰقؑ دیا۔ جناب اسحٰق علیہ السلام حضرت یعقوبؑ کے والد بزرگوار ہیں۔ یعقوبؑ کا لقب اسرائیل تھا اس لئے یعقوب علیہ السلام — باقی انبیائے بنی اسرائیل یعنی موسٰیؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ، ذکریاؑ، یحیٰیؑ اور عیسٰیؑ کے جدِّ امجد ہیں۔ مرد کی عمر ایک سو بیس سال اور بیوی کی عمر ۹۰ سال ہو اور پھر فرزند عطا ہوں۔ ایک معجزہ ہے اور معجزہ نام ہی ایسے حیرت انگیز کام کا ہے جو بشری طاقت سے بالاتر ہو۔ حضرت ابراہیمؑ نے عالمِ پیری میں دو خوبصورت فرزند پا کر ان الفاظ میں شکرِ خداوندی ادا کیا۔

"اُس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ عطا کئے۔ اس میں شک نہیں کہ میرا رب دُعا کا سننے والا ہے"۔

۱۔ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (سورۃ ہود آیت ۶۹ - ۷۳، پارہ ۱۲)

۲۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ (سورۃ ابراہیم آیت ۳۹)

حضرت بی بی آسیہ زنِ فرعون

آسیہ ـــــ اُن نامور خواتین میں سے ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں دو مرتبہ آیا ہے۔ یہ بی بی مصر کی خاتونِ اوّل اور فرعون جیسے آمرِ مطلق کی بیوی تھی۔ آپ اس خونخوار ظالم انسان کے گھر زندگی بسر کر رہی تھیں جس کی آمریت کی مثال تاریخِ بشریت میں ضرب المثل کے طور پر بیان کی جاسکتی ہے۔

فرعون نے بابل کے حکمران نمرود کی مانند خدائی کا دعویٰ کیا۔ وہ بتوں اور بُت خانوں کی خود نگرانی کرتا تھا اور عوام کو بُت پرستی کی ترغیب و تحریص دلاتا تھا۔ چونکہ اس وقت کا معاشرہ جہالت اور نادانی کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا اس لئے فرعون جو چاہتا وہی ہو جاتا تھا۔ بایں وجہ وہ خود کو "خدا" کہلوانے لگا۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ خداوندی ہے۔" اور فرعون بلند آواز سے چلایا تو کہنے لگا میں تم لوگوں کا سب سے بڑا پروردگار ہوں" لیکن اُس کی بیوی آسیہ نہایت پاکباز اور نیک سیرت تھی۔ فرعون ایسا سرکش اور جابر حکمران تھا کہ اس کا نام سن کر بڑے بڑے سورماؤں کے پتّے پانی ہو جاتے تھے لیکن یہی فرعون آسیہ کے عقیدہ، ایمان اور نظریہ کو متزلزل نہ کرسکا۔ اِس عظیم کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے بعد آسیہ نے خُدا سے تقرب اور بلند درجات کی دُعا مانگی۔

پیغمبر اسلام کا ارشاد گرامی ہے:۔ چار خواتین کا مقام پُوری دُنیا کی عورتوں سے زیادہ ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ آسیہ زن فرعون ۲۔ مریم بنت عمران ۳۔ خدیجہؑ بنت خویلد ۴۔ فاطمہؑ بنت محمدؐ اور ان سب سے بہتر فاطمۃ الزہراؑ ہیں۔

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى — سورۃ النّٰزعٰت آیت ۲۴

تفسیر المیزان جلد ۱۹ ص ۳۰

آسیہ کو اتنا بڑا انعام و اکرام، ایمانی اور انسانی فریضہ کی ادائیگی کے صلہ میں ملا۔ اس باعظمت خاتون نے فرعون کے عالیشان محلات کو پاتے حقارت سے ٹھکرا کر بہشت کے ابدی و سرمدی مقام کو حاصل کر لیا اور قیامت تک انھیں بہترین خواتین کے زمرے میں شمار کیا جائے گا۔ فرعون اپنی آمرانہ حکومت کو طول دینے اور اپنے غلط نظریات کو پھیلانے کے لئے ہر حربہ اور ہر طریقہ استعمال کرتا رہا لیکن جھوٹی اور فانی اقتدار آسیہ کو متاثر نہ کر سکیں۔

اُدھر نجومیوں نے فرعون کو خبر دی کہ اِس سال کے دوران ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کو برباد کر دے گا چنانچہ فرعون نے اس خدشہ کو دُور کرنے کے لئے لاتعداد معصوم کلیوں کو مسل دیا۔

ایک روز مصر کی خاتون اوّل آسیہ دریائے نیل پر واقع اپنے محل میں بیٹھ کر دریا کی نیلگوں موجوں کے خوبصورت مناظر سے لطف اندوز ہو رہی تھی کہ دُور سے ایک تیرتے ہوئے صندوق کو دیکھا۔ اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ وہ پانی میں کود جائیں اور اس صندوق کو قریب لائیں حسبُ الحکم صندوق کو لایا گیا۔ کھولا تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک خوبصورت اور نہایت پیارا سا بچہ سویا ہوا ہے۔ اُسے دیکھتے ہی آسیہ کو اُس بچے سے محبت ہوگئی۔ وہ اپنے شوہر فرعون کے پاس آئی اور سارا قصہ سنایا نیز کہا ہماری اولاد نہیں ہے ہم اسے اپنا بچہ بنا کر رکھیں گے۔ بڑی منت سماجت کے بعد فرعون راضی ہوگیا۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

(جب موسیٰؑ محل میں لائے گئے) "تو فرعون کی بیوی بولی کہ یہ میری اور تمھاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تم لوگ اِسے قتل نہ کرو۔ کیا عجب ہے کہ ہمیں یہ نفع پہنچائے۔ ہم اِسے لے پالک ہی بنا لیں حالانکہ ان کو خبر نہ تھی"۔

آسیہ نے موسیٰؑ کو بیٹے کی طرح پالا اور اُسے ہر سکھ پہنچایا۔ بعدازاں جب جناب موسیٰؑ منصبِ نبوت پر فائز ہوتے اور فرعون اور اس کی بُت پرست قوم کی ہدایت کے لئے مصر آئے تو

وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ (سورہ قصص آیت ۹ پارہ ۲۰)

سب سے پہلے ذات کردگار پر آسیہ ایمان لائیں انھوں نے (آسیہ) جناب موسیٰ کی دعوت پر لبیک کہی لیکن اپنے ایمان کو نہایت خفیہ اور پوشیدہ رکھا. کتنی سالوں تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی رہیں اور موسیٰؑ سے رہنمائی حاصل کرتی رہیں۔

بالآخر ایک روز یہ راز فاش ہو گیا —— اس پر فرعون کو سخت تعجب ہوا چنانچہ اُس نے جو اقدام کیا وہ یہ تھا پہلے تو اُس نے آسیہ کو سمجھایا۔ جب آسیہ نہ مانی تو اُس نے جان سے مارنے کی دھمکیاں دیں نیز دلفریب اور خوشنما وعدے بھی کئے اور ہر قسم کی فرمائش کو پورا کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ چونکہ آسیہ کا دل نورِ الٰہی کی روشنیوں سے جگمگا چکا تھا اسی لئے اِن تاریکیوں کا گزر وہاں محال تھا۔

اِدھر موسیٰؑ کو یدِ بیضا اور معجزِ نما عصا مل چکا تھا اور نبوت کے عظیم منصب پر فائز ہو چکے تھے۔ وہ فرعون کو معبودِ حقیقی کے ماننے اور اس کی عبادت کرنے کی تبلیغ کرنے لگے۔ فرمایا کرتے تھے۔ اے فرعون اُس خدا کو مان جس کے قبضہ قدرت میں ساری خدائی ہے —— آسمان اور زمین، پہاڑ اور دریا غرضیکہ ہر چیز دستِ خداوندی کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ اِدھر ملکہ نیل آسیہ بھی اعلانیہ طور پر اپنے ایمان کا اظہار کر چکی تھی۔ اِن باتوں سے فرعون کو کافی ٹھیس پہنچی اس نے سوچا کہ یہ کیا ہوا اور کیا ہونے والا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کو صحیح معنوں میں انسان بنانا چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے یہ خود کو خدا کہلوانے کی بجائے بندۂ خدا کہلوائے اور محروم و پس ماندہ طبقہ پر ظلم کرنا چھوڑ دے مگر فرعون بڑا سرکش اور ڈھیٹ انسان تھا لہٰذا وہ مرتے دم تک اپنے دعویٰ پر ڈٹا رہا۔

چونکہ آسیہ موسیٰؑ کے معجزات دیکھ چکی تھیں اس لئے ان کا عقیدہ نہایت پختہ اور مستحکم ہو چکا تھا۔ پھر آسیہ کو یہ بھی معلوم تھا کہ فرعون اکثر کاموں میں دوسروں کا محتاج ہوتا ہے جبکہ ہمارا حقیقی خدا کسی کا محتاج نہیں پوری کائنات کو دینے والا وہی ہے۔ انبیاء کرام کی دعوت کا مقصد بھی یہی ہے۔

فرعون اپنے پُرشکوہ اور عالیشان محلات پر اکڑتا ہے۔ اس کا اقتدار زوال پذیر ہے۔ اس کے بدلے اُسے آخرت چاہیئے جو کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ اِس لئے آسیہ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اس راہ میں جو بھی تکلیف آئے گی۔ وہ اُسے بخوشی قبول کرلے گی۔ گویا:

ما کہ دادیم دل و دیدہ بہ طوفانِ قضا گو بیا سیلِ غم و خیمہ ز بنیاد ببر

جب فرعون نے دیکھا آسیہ اس کی کسی بات کو نہیں مان رہی تو وہ اپنے ظالمانہ و آمرانہ ہتھکنڈوں پر اتر آیا۔ اُس نے جلادوں کو حکم دیا کہ اس کے ہاتھوں اور پیروں میں میخیں ٹھونک دی جائیں اور اس کے سر پر ایک بھاری پتھر رکھا جاتے تاکہ کچل کر مر جاتے ..... آسیہ کو جوں جوں شکنجے کستے رہے اس کا خدا سے رابطہ بڑھتا گیا۔ قرآن اس دردناک منظر کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

"اور خدا نے مومنین کی تسلی کے لئے فرعون کی بیوی (آسیہ) کی مثال بیان فرمائی ہے کہ جب اُس نے دعا کی۔ پروردگار میرے لئے اپنے بہشت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کی کارستانی سے نجات دے"۔

آسیہ نے فرعون کے مظالم سہے۔ اپنی جان دے دی اور بالآخر اس کا نام تاریخ انسانیت کے ماتھے کا جھومر بن گیا۔ ان کارناموں کو قرآن مجید نے بقائے دوام کے لئے بیان کیا ہے۔ فی الواقع ایسی خواتین پوری تاریخ کے لئے سرمایہ ہوا کرتی ہیں۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (سورہ تحریم آیۃ ۱۱)

حضرت موسیٰؑ کی والدہ اور بہن

جب نجومیوں نے فرعون کو خبر دی کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو تیری حکومت اور تیری سلطنت کو تباہ کر دے گا تو فرعون نے اس کی روک تھام کی اور ہزاروں بچے ذبح کروا دیئے۔ ادھر زوجۂ عمران بھی اُمید سے تھیں یہ بی بی ہر وقت اداس رہنے لگیں کہ میرا بچہ بھی قتل کر دیا جائے گا۔

جب مُوسیٰؑ پیدا ہوئے اور فرعون کے سپاہیوں کو اطلاع ملی تو وہ عمران کے گھر پہنچے۔ دایہ نے بچہ کو چھپا لیا اور کہا یہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ اب مادرِ مُوسیٰؑ کو خوف لاحق ہوا کہ یہ میرا ننھا سا بیٹا کہیں فرعون کے جلادوں کے ہاتھ نہ آ جائے۔ اُس وقت ارشادِ ربّ العزت ہوا۔

۱۔ "اور ہم نے مُوسیٰؑ کی ماں کے پاس یہ وحی بھیجی کہ تم اس کو دودھ پلا لو پھر جب اس کی نسبت تمھیں کوئی خوف ہو تو اِسے (ایک صندوق میں رکھ کر) دریا میں ڈال دو اور اس پر تم کچھ نہ ڈرنا اور نہ کڑھنا۔ ہم اِسے پھر تمھارے پاس پہنچا دیں گے اور اس کو اپنا رسول بنائیں گے"۔

پھر ارشادِ الٰہی ہوتا ہے۔ مُوسیٰؑ کی ماں نے دریا میں ڈال دیا وہ صندوق بہتے بہتے فرعون کے محل کے پاس آ لگا تو فرعون کے لوگوں نے اُسے اٹھا لیا تا کہ ایک دن یہی ان کا دشمن اور ان کے رنج کا باعث بنے اس میں شک نہیں فرعون اور ہامان دونوں کے لشکر غلطی پر تھے۔

۲۔ اور جب مُوسیٰؑ محل میں لائے گئے تو "فرعون کی بیوی بولی کہ یہ میری اور تمھاری دونوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو تم لوگ اسے قتل نہ کرو۔ کیا عجب ہے کہ یہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اسے لے پالک ہی بنا لیں"۔

۱۔ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (سورۃ قصص آیت ۷ پارہ ۲۰)

۲۔ (سورۃ قصص آیت ۹ پارہ ۲۰) دیکھئے آسیہ زنِ فرعون۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے: اُدھر، مُوسیٰؑ کی ماں کا دِل ایسا بے چین ہو گیا کہ اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تو قریب تھا کہ موسیٰؑ کا حال ظاہر کر دیتی (اور) ہم نے اس لئے ڈھارس دی، تاکہ وہ (ہمارے وعدہ کا) یقین رکھے (۱)

اور موسیٰ کی ماں نے دریا میں ڈالتے وقت اس کی بہن کلثوم سے کہا کہ تم اس کے پیچھے (الگ) چل جاؤ تو وہ موسیٰ کو دُور سے دیکھتی رہی اور ان لوگوں کو اس کی خبر نہ ہوئی (۲)

آسیہ نے دودھ پلانے والیوں کو تلاش کیا جو اس بچہ کو دودھ پلائیں چنانچہ دُودھ پلانے والی آئیں مگر بچے نے کسی کے دُودھ کو منہ نہ لگایا اور مادرِ مُوسیٰؑ نے یہ اعلان سُن کر کہ زنِ فرعون دُودھ پلانے والیوں کی تلاش میں ہے اپنی بیٹی کو بھیجا کہ جا کر معلوم کرے اور خبر دے ایک دودھ پلانے والی میری ماں بھی ہے۔

جب حضرت موسیٰؑ کی بہن اپنی ماں کو بُلا لائیں تو مُوسیٰؑ فرعون کی گود میں تھے اور کسی دایہ کا دودھ پیتے تھے۔ نہ چُپ ہوتے تھے بلکہ دایہ کی طرف سے مُنہ پھیر لیتے مگر جب ماں نے گود میں لینا چاہا تو ان کی بُو سونگھ کر بڑھے اور دُودھ پینا چاہا فرعون نے پوچھا تُو کون ہے؟ اس بچہ نے تیری طرف رغبت کی؟ وہ بولیں میں ایک خوشبو، پاکیزہ خو اور پسندیدہ من عورت ہوں اور میرا دودھ بہت شیریں ہے اور اسی وجہ سے جس بچہ کو میرے پاس لاؤ فوراً دودھ پینے لگتا ہے اس کے بعد وہ مطمئن ہو گئیں ـــ اور اپنے نورِ نظر کو دودھ پلایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور ہم نے موسیٰؑ پر پہلے ہی سے اور داءیوں (کے دُودھ) کو حرام کر دیا تھا (کہ کسی کی چھاتی سے مُنہ نہ لگایا) تب مُوسیٰؑ کی بہن بولی بھلا میں تمھیں ایک گھرانے کا پتہ بتاؤں کہ وہ تمھاری خاطر اس بچے کی پرورش کر دیں گے اور وہ یقیناً اس کے خیر خواہ ہوں گے غرض

۱۔ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (سورہ قصص آیۃ ۱۰)

۲۔ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (سورہ قصص آیۃ ۱۱)

(اس ترکیب سے) ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں تک پھر پہنچا دیا تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو جائے اور رنج نہ کرے اور تاکہ سمجھ لے کہ خدا کا وعدہ بالکل ٹھیک ہے مگر ان میں اکثر نہیں جانتے(۱)

وہ بچہ جسے ماں نے فرعون کے ڈر کی وجہ سے دریائے نیل کی شوخ و شرار موجوں کے حوالے کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص لطف و کرم سے اُسے دشمن ہی کے محل میں جگہ عنایت فرمائی اور بڑے ناز و نعم سے پلنے بڑھنے کا موقع فراہم کیا۔

موسیٰ جب جوان ہو گئے ــــ تو ایک قبطی ظالم کو قتل کر دیا۔ یہ خبر شہر میں مشہور ہو گئی کہ موسیٰ نے فرعون کے قریبی عزیز کو مار ڈالا ہے۔ اتنے میں ایک شخص شہر کے آخری حصہ سے دوڑتا ہوا آیا اور کہا تمام خاندان سے فرعون نے مشورہ کر لیا ہے وہ تمھیں قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں تم فوراً اس شہر سے نکل جاؤ۔

یہ سُن کر موسیٰ صحرائے سینا کی طرف چل پڑے اور مدائن شہر میں آتے یہاں پر موسیٰ کی زندگی کا ایک اور دور شروع ہوا ــــ اس واقعہ کو ہم مفصل بیان کریں گے۔

یہ بہت بڑی شیریں اور اچھی کہانی ہے لیکن گزشتہ واقعہ سے موسیٰ کی ماں اور ان کی بہن کا کردار ــــ "تاریخ النسائیت" کا ایک نیا باب بن جاتا ہے ــــ جس میں ایثار و سچائی کے تمام پہلو بدرجہ اتم موجود ہیں۔

ایک خاتون نے اس وقت بچے کو جنم دیا جب فرعون جیسے عیّار اور ظالم بادشاہ کی تلواریں بنی اسرائیل کی عورتوں کی گردنوں پر لٹک رہی تھیں۔ چہار سو خطرات کی بجلیاں کوند رہی تھیں ــــ بچہ پیدا ہوا ــــ مگر امرِ ربی ہوا کہ اس بچے کو صندوقچے میں ڈال کر دریائے نیل کے حوالے کر دیا جائے۔ ایک لمحہ کے لئے ماں کی ممتا نے انھیں مجبور کیا کہ بچے کو اپنے پاس رکھے خواہ اس کی جان

۱۔ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ ۝ (سورۃ قصص آیت ۱۲)

۲۔ فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (سورۃ قصص آیت ۱۳)

چل جاتے چونکہ اس شیر دل خاتون کا ایمان وعقیدہ پختہ تھا اس لئے دریا میں ڈال دیا۔ اُدھر اس تاریخ ساز واقعہ میں موسیٰ کی بہن نے جو کردار ادا کیا وہ بھی تاریخ بشریت میں ہمیشہ ہمیشہ لکھا جائے گا۔

موسیٰ کی بہن ___ دریائے نیل کے کنارے پر کھڑی صندوق کو تیرتا ہوا دیکھتی رہی پھر اس کے ساتھ چل پڑی ___ یہاں تک کہ وہ صندوق فرعون کے محل میں پہنچ گیا۔ اس بی بی نے اجنبی بن کر اس سارے منظر کو دیکھا پھر اپنے حسنِ تدبر سے آسیہ کو مشورہ دیا کہ وہ ایک ایسی دایہ لا سکتی ہے جس کا یہ بچہ دُودھ پی لے گا۔ (پھر اپنی والدہ ماجدہ کو لے جاتی ہے ...... ماں اپنے معصوم بچے سے مل کر دل میں سکون محسوس کرتی ہے)

اس سارے واقعہ سے پتہ چل جاتا ہے کہ ان دونوں خواتین کے کردار سے ایک نبوت کو تحفظ ملا اور ان کی کاوشوں سے پیغام الہٰی آگے پھیلا۔

اس لئے دین الہٰی ان شیر دل خواتین کا شکر گزار ہے کہ انھوں نے اس وقت دین مبین کے ساتھ تعاون کیا ___ جب اس کا نام لینا بھی جرم تھا۔ بے شک قیامِ قیامت تک ہماری تاریخ انھیں خراجِ تحسین پیش کرتی رہے گی۔

حضرت شعیبؑ کی بیٹیاں

حضرت موسیٰؑ جب اٹھارہ سال کے کڑیل جوان ہو گئے تو باہر آنے جانے لگے کیونکہ اس سے پہلے اُنھیں کہیں آنے جانے کی اجازت نہ تھی۔ ایک روز اُنھوں نے صحرا میں ایک شخص سے ملاقات کی اور اس سے پوچھا۔ آپ کا کیا حال ہے اُس نے کہا ہم فرعون کی ایذا رسانیوں سے تنگ آچکے ہیں خُدا جانے ہمیں کب تک نجات ملے گی —— آپ ایک شہر میں پہنچے تو آپ کا ایک ماننے والا ایک قبطی دشمن سے لڑ رہا تھا۔ اُس نے آپ کو مدد کے لئے پکارا آپ نے قبطی کے سینہ پر ایک زوردار مکا مارا اور فرمایا کہ یہ شیطانی کام ہے —— وہ مر گیا —— (کیونکہ آپ میں خداداد طاقت و قوت تھی اور مضبوط جسم رکھتے تھے) —— یہ خبر شہر میں پھیل گئی جس کی وجہ سے فرعون کے سپاہیوں نے آپ کا تعاقب کیا لیکن آپ مطلع ہو چکے تھے اس لئے فوری طور پر مدائن کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ سفر تین دنوں میں طے ہوا جب شہر کے قریب پہنچے تو ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا اور اس قبطی کے قتل کے بارے میں سوچا۔ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا کہ فرعون کے اس شہر میں داخل ہوا اور راستہ غلط ہو گیا مگر خُدا نے مجھے چھپا کر یہاں سے نکالا۔ اس سے آگے قرآن مجید اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے۔

"جب شہر مدائن کے کنویں پر (جو شہر کے باہر تھا) پہنچے تو کنویں پر لوگوں کی بھیڑ دیکھی (وہ اپنے جانوروں کو) پانی پلا رہے ہیں اور ان سب کے پیچھے دو عورتوں (حضرت شعیبؑ کی بیٹیوں) کو دیکھا کہ وہ (اپنی بکریوں کو) روکے کھڑی ہیں موسیٰؑ نے کہا کہ تمھارا کیا مطلب ہے؟ وہ بولیں جب سب چرواہے (اپنے جانوروں کو) خوب پانی پلا کر پھر نہ جائیں ہم نہیں پلا سکتے اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں۔ (۱)

۱۔ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۖ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصْدِرَ الرِّعَاءُ ۖ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ۝

(سورۃ قصص آیت ۲۳)

یہ سُن کر موسیٰؑ اُٹھے اور ان لڑکیوں کے لئے پانی کھینچنا شروع کیا وہ ڈول اتنا بڑا تھا کہ دس آدمی مل کر کھینچتے تھے مگر موسیٰؑ نے تنہا پانی کھینچا اور بکریوں کو سیراب کر دیا وہ لڑکیاں سب سے پہلے فارغ ہو کر چلی گئیں۔ موسیٰؑ پھر اس درخت کے نیچے آکر بیٹھ گئے چونکہ بہت بھوک تھی، عرض کیا پروردگار (اس وقت) کچھ نعمت میرے پاس بھیج دے میں اس کا سخت حاجت مند ہوں۔ (۱)

جب وہ لڑکیاں اپنے باپ حضرت شعیبؑ کے پاس پہنچیں تو باپ نے کہا کہ آج تم اتنی جلدی پانی پلا کر کس طرح آگئیں۔ انھوں نے کہا کہ ایک نیک مرد درخت کے نیچے بیٹھا تھا اس نے ہم پر رحم کھا کر ہماری تمام بکریوں کو پانی پلایا اور ہم جلد فارغ ہو کر آگئیں۔ آپؑ نے اپنی بڑی بیٹی (صفورا) سے کہا کہ جاؤ اس کو میرے پاس لاؤ تاکہ اس کی مزدوری ادا کی جائے۔

اس سے آگے ارشاد الٰہی ہوتا ہے۔ اتنے میں انہی دو میں سے ایک عورت شرمیلی چال سے آئی اور (موسیٰؑ سے) کہنے لگی میرے والد تم کو بلاتے ہیں تاکہ تم نے جو (ہماری بکریوں کو) پانی پلا دیا ہے تمھیں اس کی مزدوری دیں۔

غرض جب موسیٰؑ ان کے پاس آئے اور ان سے اپنے قصّے کو بیان کیا تو انھوں نے کہا کہ اب تم کچھ اندیشہ نہ کرو تم نے ظالم لوگوں کے ہاتھ سے نجات پائی۔ (۲)

ان دونوں میں سے ایک لڑکی نے کہا اے ابا! اِن کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ جس کو بھی نوکر رکھیں سب میں بہتر وہ ہے جو مضبوط اور ایماندار ہو اور (ان میں دونوں باتیں پائی جاتی ہیں) تب شعیبؑ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کے ساتھ تمھارا اس (مہر) پر نکاح کر دوں کہ تم آٹھ برس تک میری نوکری کرو اور اگر تم دس برس

۱۔ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ٥

(سورہ قصص ۲۴)

۲۔ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ٘ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ

(سورہ قصص ۲۵)

پورے کرو تو تمہارا احسان۔ میں تم پر محنت شاقہ بھی ڈالنا نہیں چاہتا اور تم مجھے انشاء اللہ نیکوکار آدمی پاؤ گے (۱)

موسیٰؑ نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان (معاہدہ) ہے دونوں مدتوں میں سے میں جو بھی پوری کروں مجھے اختیار ہے مجھ پر جبر و زیادتی کرنے کا آپ کو حق نہیں اور ہم آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں (اس کا) پر خدا گواہ ہے (۲)

الغرض حضرت موسیٰؑ کا صفورا سے نکاح کر دیا گیا۔ یہ وہی بی بی تھیں جو اپنے باپ کے حکم پر موسیٰؑ کو بلانے آئی تھیں چونکہ صفورا نے انھیں صالح مخلص اور ہمدرد پایا اس لئے اس کے دل میں موسیٰؑ سے شادی کرنے کی خواہش پوری ہوئی۔ جناب موسیٰؑ بھی یہی چاہتے تھے جیسا کہ حافظ شیرازی کہتے ہیں۔

من اگر کام روا گشتم و خوشدل چہ عجب
مستحق بودم و اینہا بزکاتم دادند

جب دس برس گزر گئے تو موسیٰؑ نے جناب شعیبؑ سے اجازت لی اور اپنی بیوی کو ہمراہ لے کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہو گئے۔ ارشاد الٰہی ہوتا ہے۔

پھر موسیٰؑ نے اپنی (دس برس کی) مدت پوری کی اور بیوی کو لے کر چلے تو اندھیری رات جاڑوں کے دن راہ بھول گئے اور بیوی صفورا کو دردِ زہ شروع ہوا اتنے میں کوہ طور کی طرف سے آگ دکھائی دی تو اپنے لڑکوں بالوں سے کہا تم لوگ ٹھہرو میں نے یقیناً آگ دیکھی ہے۔

۱۔ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

۲۔ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝ (سورہ قصص ۲۶-۲۷)

(میں وہاں جاتا ہوں) کیا عجب ہے میں وہاں سے (رستہ کی) کچھ خبر لاؤں یا آگ کی کوئی چنگاری (لیتا ہوں) تاکہ تم لوگ تاپو۔ (۱)

غرض جب موسیٰؑ آگ کے پاس آئے تو میدان کے داہنے کنارے سے اس مبارک جگہ میں ایک درخت سے انھیں آواز آئی کہ اے موسیٰؑ اس میں شک نہیں کہ میں ہی اللہ سارے جہان کا پالنے والا ہوں (۲)

تم اپنا عصا زمین پر ڈال دو چنانچہ موسیٰؑ نے ڈال دیا تو وہ اژدہا بن گیا جو درخت خرما کے برابر تھا اور اس کے دانتوں سے ایک شدید آواز آئی اور اس کے منہ سے شعلے نکلنے لگے پھر آواز آئی تم اس وقت وادیِ مقدس میں ہو جو طویٰ ہے تم اس کے تقدس کے پیشِ نظر اپنی نعلین اتار دو (۳)

حضرت شعیبؑ نے جناب موسیٰ کو کافی ساز و سامان اور بکریاں عطا کیں اور ایک عصا دیا۔ ایک غلام اور کنیز دی جن کو لے کر موسیٰؑ وادیِ مقدس پہنچے وہاں پر نبوت ملی۔ پھر اپنے گھر پہنچے۔ موسیٰؑ ہر سال جناب شعیبؑ کی زیارت اور خدمت کے لئے جایا کرتے تھے۔ جب گھر واپس آتے تو اس وقت خدا کا حکم پہنچا کہ اب تم فرعون اور اس کے خاندان کو دعوت دو اور انھیں ہدایت کرو۔

قرآن مجید کی سچی کہانی کا محور جناب موسیٰؑ اور حضرت شعیبؑ کی صاحبزادیاں ہیں۔ یہاں پر جہاں موسیٰؑ کے ایثار، شرافت، اخلاص اور جد و جہد کی طرف اشارہ کیا ہے وہاں پر ان دو

۱۔ فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ (سورہ قصص ۲۹)

۲۔ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِن شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَن يَا مُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (سورہ قصص)

۳۔ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (سورۂ طٰہٰ آیت ۱۲)

بیبیوں کی عظمتِ حیا اور احساسِ ہمدردی کو بھی کھول کر بیان کیا۔ چونکہ نبی کی آغوش کی پروردہ تھیں اس لئے ان میں سے ایک کو شوہر بھی نبیؑ ملا۔ اس بی بی نے قدم قدم پر اپنے شوہر کے ساتھ تعاون کیا اور جب موسیٰ کلیم اللہ بنے اور عہدۂ نبوت پر فائز ہوتے تو اس بی بی نے حق کے ساتھ بھرپور تعاون کیا ——— قرآن مجید نے ان دو بیبیوں کا تذکرہ بڑے اہتمام سے کیا۔ اس سے معلوم ہوا اگر عورت کا کردار مثبت اور معیاری ہو تو وہ عظمتوں و رفعتوں کی علامت بن جاتی ہے۔

حافظ شیرازیؒ نے کیا اچھا شعر کہا ہے

ع شبان وادی ایمن گھی رسد بہ مراد
چند سال بہ جان خدمت شعیبؑ کند

حضرت بی بی زُلیخا

زلیخا اور یوسفؑ کا قصہ قرآن مجید کے بہترین قصوں میں سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ یوسفؑ کے شروع میں ارشاد فرماتا ہے۔ (اے رسولؐ) ہم تم پر یہ قرآن نازل کر کے تم سے ایک نہایت عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں۔(۱)

زلیخا مصر کے وزیر اعظم عزیز کی بیوی تھی۔ تاریخ اسلام میں ملتا ہے کہ تمام حکومتی انتظامات زلیخا کے ہاتھ میں تھے۔

مصر کا بادشاہ فرعون (ریان الولید) فراعنہ مصر میں سے ایک تھا۔ ایک مدت تک مصر کے ہر حکمران کو فرعون کے نام سے پکارا جاتا تھا لیکن زلیخا کے شوہر کو قرآن مجید میں عزیز کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ عربی زبان میں ہر مقتدر و محترم شخص کو عزیز کہا جاتا ہے۔ اس کی بیوی زلیخا حسن و جمال اور خوبصورتی و زیبائی کے لحاظ سے مصر کی عورتوں میں منفرد مقام رکھتی تھی۔ اُس کے حُسن کا چرچا پُورے ملک میں تھا۔

حضرت یوسفؑ جو جناب یعقوبؑ کے چھوٹے صاحبزادے تھے بھائیوں نے انھیں حسد کی وجہ سے کنویں میں پھینک دیا تھا۔ ایک قافلہ مصر جا رہا تھا۔ قافلے میں سے ایک شخص نے پانی حاصل کرنے کے لئے کنویں میں ڈول ڈالا دیکھا کہ ایک بچہ اس میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کو دیکھ کر پورے قافلے کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں —— اس بچہ کو بازارِ مصر میں بیچا گیا۔ عزیزِ مصر کے سوا کوئی شخص بھی یوسفؑ کی قیمت ادا نہ کر سکا۔ اس طرح یوسفؑ عزیزِ مصر کے گھر آ گئے۔ انھوں نے یوسفؑ کو بڑے ناز و نعم سے پالا پوسا یہاں تک کہ یوسفؑ اٹھارہ

۱- وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا (سورہ یوسف ۲۱)

سال کے ہو گئے ، قدرت نے حسن و جمال کے ساتھ علم و حکمت کے خزانہ سے بھی انھیں مالا مال کر رکھا تھا۔ ایک دفعہ عزیز کو کہیں سفر پر جانا پڑا تو انھوں نے جانے سے پہلے زلیخا سے کہا۔

اس کو عزت و آبرو سے رکھو، عجب نہیں یہ ہمیں کچھ نفع پہنچائے یا (شاید) اس کو اپنا بیٹا ہی بنا لیں۔(۱)

ادھر زلیخا ــــ حسن و جمال کا شاہکار تھی۔ اس کی یہ کوشش ہوا کرتی تھی کہ یوسفؑ کو اپنی طرف متوجہ کرے۔ دراصل یہ یوسفؑ کے عشق میں مر مٹ چکی تھی"۔

چاہت سے لبریز لمحے اس کے لئے بڑی مشکل سے بیت رہے تھے جب اُس نے یوسف کو تنہائی میں دیکھا تو ان کے قریب آتی اور معنی خیز نگاہوں سے انھیں دیکھا شاید یوسفؑ کا دل بھی پیار کے لئے مچل پڑے لیکن وہ بیچاری انجان تھی ــــ نورِ نبوت اور پیکرِ عصمت سے گناہ کی امید کرنا ایک حماقت اور بھول بھلیوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ پھر اس کا شوہر انھیں امین اور بیٹا سمجھ کر گھر میں چھوڑ گیا تھا۔ یوسفؑ کسی کے حق میں خیانت اور اپنے رب کی معصیت نہیں کرنا چاہتے تھے۔

زلیخا عشقِ یوسفؑ میں اندھی ہو چکی تھی اُسے یوسفؑ کے وصال کی ضرورت تھی جب محبت کا خمار آخری درجے پر آیا اور ہوس کے پردے اس کے ذہن پر چھا گئے تو اس نے دروازوں کو بند کر لیا۔ قرآن مجید ان لمحوں کی روئیداد کو ان لفظوں میں بیان فرماتا ہے۔

اور جس عورت کے گھر میں رہتے تھے (زلیخا) اس نے اپنا (ناجائز) مطلب حاصل کرنے کے لئے خود اُن سے آرزو کی اور سب دروازے بند کر دیئے اور (بے تابانہ) کہنے لگی لو آؤ۔ یوسفؑ نے کہا معاذ اللہ وہ (تمھارے میاں) میرے مالک ہیں۔ انھوں نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے (میں ایسا ظلم کیونکر کر سکتا ہوں) بیشک ایسا ظلم کرنے والے فلاح نہیں پاتے۔(۲)

۲- وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ (سورۃ یوسف ۲۳)

زلیخانے تو ان کے ساتھ (بُرا) ارادہ کر ہی لیا تھا اور اگر یہ بھی اپنے پروردگار کی دلیل نہ دیکھ چکے ہوتے تو قصد کر بیٹھتے (ہم نے اس کو یوں بچایا) تاکہ ہم اس سے بُرائی اور بدکاری کو دور رکھیں بے شک وہ ہمارے خالص بندوں سے تھا۔(۱)

جناب یوسفؑ زلیخا کی ناجائز خواہش ٹھکرا کر اس کمرے سے باہر نکل پڑے دروازہ کھولا اور وہاں سے بھاگنے لگے۔ زلیخانے آپ کا کرتا پکڑ لیا۔ یوسف نے جھٹکا دے کر چھڑایا کہ آپ کا کرتا پھٹ گیا اور جب باہر نکلے تو پیچھے پیچھے زلیخا تھی جو ان کو پکڑنا چاہتی تھی۔ دروازہ کے باہر دیکھا کہ عزیزِ مصر کھڑا ہے۔

"زلیخا جھٹ (اپنے شوہر سے) کہنے لگی کہ جو تمہاری بیوی کے ساتھ بدی کا ارادہ کرے تو اس کی سزا کیا ہے۔ یا تو اس کو قید کر دیا جائے یا اس کو سخت عذاب دیا جائے۔(۲)

یوسفؑ نے کہا: اے بادشاہ خود اس عورت نے بدی کا ارادہ کیا ہے اور خدا نے مجھے اس فعل سے بچایا ہے۔ اے بادشاہ آپ اس بچہ سے دریافت کریں جو گہوارہ میں پڑا ہے کہ ہم دونوں میں سے کس نے بدی کا ارادہ کیا ہے۔ وہاں ایک بچہ بادشاہ کے خاندان کا گہوارہ میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو قوتِ گویائی عطا کی اور اس نے کہا اے بادشاہ! تم یوسفؑ کی قمیص کو دیکھو اگر آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو یوسفؑ کی غلطی ہے اور زلیخا سچی ہے اگر وہ قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو زلیخا کی غلطی ہے اور یوسفؑ سچے ہیں۔ بادشاہ نے جب بچے کی یہ بات سُنی تو اُسے سخت تعجب ہوا اور اس نے یوسفؑ کی قمیض کو دیکھا تو پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی۔ تو (زلیخا سے) کہنے لگا یہ تمہارا مکر ہے اور تم عورتوں کے مکر بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں۔(۳)

۱۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ
اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ (سورہ یوسف آیت ۲۴)

۲۔ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (سورہ یوسف آیت ۲۵)

۳۔ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ (سورہ یوسف آیت ۲۸)

اے زلیخا اپنی غلطی سے توبہ کر اور خُدا سے استغفار کر یوسفؑ بالکل بے گناہ ہے یہ سب تیری ہی تقصیر ہے اور اُس نے یوسفؑ سے کہا آپ اس واقعہ کو پوشیدہ رکھیں کسی پر ظاہر نہ کریں کیونکہ اس میں میری بدنامی ہے مگر یہ واقعہ چھپ نہ سکا اور تمام شہر میں لوگوں کو خبر ہو گئی اور عورتوں میں چرچا ہو گیا کہ

بادشاہ کی زوجہ نے اپنے پروردہ ایک جوان سے عشق بازی کی ہے اور اس کو بُرے فعل کی طرف مائل کرنے کی سعی کی بیشک اس لڑکے نے اُسے دامِ اُلفت میں پھنسا لیا ہم لوگ تو یقیناً اُسے صریح غلطی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں۔ (۱)

تو جب زلیخا نے ان کے طعنے سُنے تو اس نے ان عورتوں کو بُلا بھیجا اور ان کے لئے ایک مجلس آراستہ کی اور ان میں سے ہر ایک عورت کے ہاتھ میں ایک چُھری (اور ایک نارنجی دی اور کہہ دیا کہ جب تمہارے سامنے آئے تو کاٹ کے ایک قاش اس کو دینا) اور یوسف سے کہا کہ اب ان کے سامنے سے نکل تو جاؤ جب ان عورتوں نے اُسے دیکھا تو اس کو بڑا حسین پایا تو سب کی سب نے (بیخودی میں) اپنے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور کہنے لگیں ماشاءاللہ یہ آدمی نہیں ہے یہ تو ہو نہ ہو بس ایک معزز فرشتہ ہے (۲) بقول سعدیؒ

ع گرش بہ بینی و دست از ترنج بشناسی
روا بود کہ ملامت کنی زلیخا را

اس کے بعد زلیخا نے ان عورتوں سے کہا کہ تم مجھے اس کے عشق و محبت کی ملامت کرتی تھیں تم تو ایک لمحے کے دیدار کو برداشت نہ کر سکیں — حالانکہ یہ میرے پاس

۱۔ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سورہ یوسف آیت ۳۰)

۲۔ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (سورہ یوسف آیت ۳۱)

تو شب و روز رہتا ہے —— ارشادِ الٰہی ہوتا ہے ۔

"(تب زلیخا ان عورتوں سے) بولی کہ بس یہ وہی تو ہے جس کی بدولت تم سب مجھے ملامت کرتی تھیں اور ہاں بیشک میں اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی آرزو مند تھی مگر یہ بچا رہا اور جس کام کا میں حکم دیتی ہوں ۔ اگر یہ نہ کرے گا تو ضرور قید بھی کیا جائے گا اور ذلیل بھی ہو گا ۔ (۱)

وہ عورتیں چلی گئیں اور اپنے اپنے قاصد جناب یوسفؑ کے پاس بھیجے کہ ہمیں ایک مرتبہ اپنی زیارت کرادو اور یوسفؑ مسلسل انکار کرتے رہے ۔ ان کی اس درخواست کو کبھی منظور نہیں کیا اور تنگ آکر دربارِ الٰہی میں دُعا کرنے لگے ۔

اے میرے پالنے والے جس بات کی یہ عورتیں مجھ سے خواہش رکھتی ہیں اس کی بہ نسبت قید خانہ مجھے زیادہ پسند ہے ۔ اگر تو ان عورتوں کے فریب مجھ سے دفع نہ فرماتے گا تو مبادا ان کی طرف مائل ہو جاؤں اور جاہلوں سے شمار کیا جاؤں (۲)

زلیخا اور عورتوں کے بے ہوش ہونے کی خبر اور لیموں کاٹنے کا قصہ تمام شہر میں مشہور ہو گیا اور بادشاہ کی بدنامی ہونے لگی ۔ اس نے اپنی بدنامی کو دُور کرنے کے لئے حکم دیا کہ یوسفؑ کو قید کر دیا جائے چنانچہ اُنھیں قید خانہ میں ڈال دیا گیا ۔

اسی طرح حضرت یوسفؑ کو زنداں میں پڑے کئی سال گزر گئے ۔ اُدھر مصر کے بادشاہ نے خواب دیکھا کہ سات موٹی تازہ گائیں ہیں جو سات دُبلی پتلی گائیوں کو کھا رہی ہیں اور سات بالیاں گندم کی سرسبز و شاداب ہیں ۔ ان کے ساتھ سات بالیاں گندم کی خشک اور بغیر دانہ کے ہیں جو سبز بالیوں سے لپٹی ہوئی ہیں ۔ بادشاہ نے اس خواب کو اپنے وزیروں اور مصاحبوں

۱۔ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَلَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ ‎ (سورہ یوسف آیت ۳۲)

۲۔ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ‎ (سورہ یوسف آیت ۳۳)

کے سامنے ذکر کیا اور ان سے کہا کہ میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ، سبھی کہنے لگے۔

بادشاہ سلامت! یہ خواب پریشان ہے اس کی کوئی تعبیر نہیں ہے۔

اسی اثناء میں بادشاہ کے اس ساقی کو یاد آگیا جو قید خانہ سے رہا ہو کر بادشاہ کا ساقی بنا تھا کہ مجھے یوسفؑ نے تعبیرِ خواب بتائی تھی اور مجھے کہا تھا کہ بادشاہ کے سامنے ذکر کرنا لہٰذا آپ مجھے اجازت دیں میں قید خانہ میں جا کر یوسفؑ سے اس خواب کی تعبیر معلوم کر دوں۔

بادشاہ نے اجازت دی اور وہ یوسف کے پاس آیا اور عرض کی کہ میں معافی چاہتا ہوں.....

بادشاہ سے آپ کا ذکر کرنا بھول گیا تھا۔ اب بادشاہ نے مجھے اجازت دی ہے اور اس نے ایک خواب دیکھا ہے کہ سات عدد تیلی دُبلی گائیں اور سات عدد موٹی تازی گایوں کو کھا رہی ہیں اور سات خشک خوشے سات سبز خوشوں سے لپٹے ہوتے ہیں اس کی تعبیر بتاؤ۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ سات سال پیداوار بہت اچھی ہوگی اس پیداوار کو حفاظت سے رکھو اور گندم کی بالیاں اسی طرح بغیر دانے جُدا کئے رکھ لو۔ اس کے بعد سات سال شدید قحط سالی ہوگی اور ان سات سالوں میں پہلے سات سال کا غلہ کھایا جائے گا۔ اور جب یہ سات سال قحط کے گزر جائیں گے تو بارانِ رحمت خوب برسے گی اور میوہ جات پیدا ہوں گے اور زمین سرسبز و شاداب ہو جائے گی۔

یہ شخص خواب کی تعبیر لے کر بادشاہ کے پاس گیا اور تمام ماجرا بیان کیا، بادشاہ نے کہا یوسف کو میرے پاس لاؤ چنانچہ وہ شخص پھر آیا اور کہا کہ آپ کو بادشاہ نے بلایا ہے ——

جناب یوسفؑ نے کہا کہ بادشاہ سے کہو کہ وہ زلیخا اور عورتوں سے دریافت کرے جنھوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لی تھیں کہ اب ان کا خیال میرے بارے میں کیا ہے۔ کیا وہ اپنی غلطیاں تسلیم کرتی ہیں یا نہیں۔ بادشاہ نے سب عورتوں کو بُلایا اور پوچھا کہ اس وقت تم لوگوں نے یوسفؑ سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خود اُن سے تمنا کی تھی تو تمھیں کیا معاملہ پیش آیا تھا وہ سب کی سب عرض کرنے لگیں۔

ماشاءاللہ ہم نے یوسفؑ میں کسی طرح کی بُرائی نہیں دیکھی تب عزیزِ (مصر) کی بیوی (زلیخا) بول اٹھی۔ اب تو ٹھیک ٹھاک حال سب پر ظاہر ہو ہی گیا۔ اصل بات یہ ہے

کہ میں نے خود اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی تمنا کی تھی بیشک وہ یقیناً سچا ہے (۱)

جب یوسفؑ تشریف لاتے اور بادشاہ نے یوسفؑ پر نظر ڈالی اور یوسفؑ کی پیشانی سے عظمت و رفعت کی نورانی کرنوں کو ملاحظہ کیا اور آپؑ کے چہرے سے دانائی و حکمت، نیکی اور پاکیزگی کے آثار دیکھے تو کہنے لگا میں آپؑ کو اپنا مقرب اور امین بناتا ہوں اور آپؑ کی ہر بات کو تسلیم کروں گا چنانچہ بادشاہ نے تمام اختیارات حضرت یوسفؑ کو دے دیئے اب تمام ملک میں آپؑ ہی کا حکم جاری ہو گیا اور سلطنت آپؑ کے ہاتھ میں آگئی۔

خدا کی قدرت اور یوسفؑ کی نیکی اور صبر نے اپنا کام دکھایا جو محکوم تھا وہ حاکم بن گیا اور حاکم تھا وہ محکوم۔ ادھر عزیز مصر فوت ہو گیا اور تمام امورِ مملکت یوسفؑ کے ہاتھ میں آ گئے۔ اور زلیخا بوڑھی اور نابینا ہو گئی تھی ایک روز ایک چوراہے پر بیٹھ گئی کہ یوسفؑ گزریں تو ان سے باتیں کروں جب یوسفؑ گزرے تو اس نے عرض کی کہ خدا تو بزرگ وہ ہے کہ بادشاہوں کو ان کی نیکی اور اطاعت کی وجہ سے فقیر بنا دیتا ہے اور قیدیوں کو ان کی نیکی اور اطاعت کی وجہ سے بادشاہ بنا دیتا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے کہا کہ تو زلیخا ہے۔ اس نے عرض کہ میں ہی زلیخا ہوں بوڑھی ہو گئی ہوں۔ میرے لئے دعا کیجئے کہ میں جوان ہو جاؤں —— آپؑ نے دعا کی وہ جوان ہو گئی اور پھر آپ کی شادی زلیخا سے انجام پائی ....

نبیؑ کی دعا کا صدقہ اللہ تعالیٰ نے زلیخا کو وہ دیا —— جو کچھ وہ چاہتی تھی۔ بہرکیف یہ واقعہ قرآن مجید کے شیریں ترین واقعات میں سے ہے۔ اگر انسان اس کو غور سے پڑھے یا سنے تو وہ اپنے آپ میں کھو جاتا ہے۔ اس واقعہ میں بنی نوعِ انسان کی تمام تر کامیابیاں مضمر ہیں۔

۱۔ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدتُّنَّ يُوسُفَ عَن نَّفْسِهِ ۚ قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِن سُوءٍ ۚ قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ (سورۃ یوسف آیت ۵۱)

بی بی بلقیس

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ کو بادشاہت عطا کی اور انھیں اتنا اقتدار عطا کیا کہ اس سے پہلے کسی اور نبیؑ کو نہیں ملا، آپ اپنے زمانے کی سب سے بڑی مقتدر شخصیت تھے۔ آپ کا ہوا پر قبضہ تھا" اور وہ ان کے حکم پر چلتی تھی " جنات دیو بھی آپ کے حکم کے مطابق کام کرتے تھے۔ آپ کو علم و مال ورثے میں ملا تھا، آپ پرندوں کی زبانیں بھی جانتے تھے اور آپ کے لئے خدا نے پگھلے ہوتے تانبے کے چشمے جاری کر دیئے تھے۔

ایک دفعہ آپ ایک سفر پر روانہ ہوتے اور بے شمار انسانوں، جنوں اور پرندوں کو بھی اپنے ہمراہ لیا۔ سرزمین یمن میں پہنچے۔ ایک ایسے صحرا میں آتے جہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا حضرت نے اپنے ہمراہیوں کو پانی لانے کے لئے کہا۔ سبھی افراد نے پانی کو تلاش کیا مگر ناکام لوٹے۔ ہماری رائے میں حضرت سلیمانؑ ذاتی و شخصی ٹھاٹھ باٹھ کے لئے اتنا وسیع اہتمام نہیں کرتے تھے بلکہ بنی اسرائیل کے لوگ مال و ثروت اور جلال و حشمت سے متاثر ہوا کرتے تھے اس لئے آپ کو یہ صورت اختیار کرنا پڑتی تھی۔ آپ دینِ خدا کی تبلیغ کرتے تھے اور روئے زمین کے بادشاہوں کو اسلام کا پیغام دیتے تھے۔ آپ کی طاقت اور بادشاہی کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ اپنی بساطِ شاہی پر بیٹھ کر سفر پر روانہ ہوتے۔ آپ کے ساتھ تین ہزار افراد کرسیوں پر آپ کی داہنی طرف اور تین ہزار جنات بائیں جانب تھے اور ان سب پر پرندے سایہ کئے ہوتے تھے۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے۔

جب سلیمانؑ نے پرندوں (کے لشکر) کی حاضری لی تو کہنے لگے کہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو (اس کی جگہ پر) نہیں دیکھتا۔ وہ کہیں غائب ہے۔ اگر ایسا ہے تو میں اُسے سخت

سے سخت سزا دوں گا یا (نہیں تو) اُسے ذبح کر ڈالوں گا یا وہ (اپنی بے گناہی کی) کوئی صاف دلیل میرے پاس پیش کرے۔ (سورۃ نمل آیت ۲۰-۲۱)

اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو سلیمانؑ کا تابع فرمان بنا دیا تھا لہٰذا سلیمانؑ کے تخت کے اُوپر سایہ کرنا ان کی ڈیوٹی میں شامل تھا اسی وجہ سے آپؑ نے ہدہد کی غیر حاضری کو کوتاہی خیال کیا۔

غرض سلیمانؑ نے تھوڑی سی دیر توقف کیا تھا (کہ ہدہد آگیا) تو اُس نے عرض کی مجھے وہ بات معلوم ہوئی جواب تک حضور کو معلوم نہیں ہے (۱)

اور میں آپ کے پاس شہرِ سبا سے ایک تحقیقی خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو وہاں کے لوگوں پر سلطنت کرتی ہے اور اُسے (دُنیا کی) ہر چیز عطا کی گئی ہے اور اس کا ایک بہت بڑا تخت ہے۔ میں نے خود ملکہ کو اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کی کرتوتوں کو (ان کی نظر میں) اچھا کر دکھایا اور ان کو راہِ راست سے روک رکھا ہے۔ (۲)

اور انھیں (اتنی سی بات بھی) نہیں سوجھتی کہ وہ لوگ خدا ہی کا سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور تم لوگ جو کچھ چھپا چھپا کر یا ظاہر کر کے کرتے ہو سب جانتا ہے۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی (اتنے) بڑے عرش کا مالک ہے (۳)

حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ میں تیرے اس بیان پر غور کروں گا۔ درست ہے یا غلط۔ تو میرا یہ خط لے جا اور انھیں اس طرح پہنچا دے کہ معلوم نہ ہو کہ کس طرح آیا ہے۔ پھر دیکھتے رہنا کہ وہ لوگ آخر کیا جواب دیتے ہیں (۴)

۱۔ سورۃ نمل آیت ۲۲
۲۔ سورۃ نمل آیت ۲۲-۲۴
۳۔ سورۃ نمل آیت ۲۵-۲۶
۴۔ سورۃ نمل آیت ۲۷-۲۸

انبیاء کی بیبیاں

(غرض ہد ہد نے خط ملکہ کے پاس پہنچا دیا) تو ملکہ بولی اے (میرے دربار کے) سردارو یہ ایک واجب الاحترام خط میرے پاس ڈال دیا گیا ہے۔ یہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے۔ یہ (اس کا سرنامہ ہے) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (اور مضمون یہ) ہے کہ مجھ سے سرکشی نہ کرو اور میرے سامنے فرمانبردار بن کر حاضر ہو۔ تب ملکہ (بلقیس) بولی اے میرے دربار کے سردارو ! تم میرے معاملہ میں مجھے رائے دو ، کیونکہ میرا تو یہ قاعدہ ہے کہ جب تک تم لوگ میرے سامنے موجود نہ ہو (مشورہ نہ دے دو)

میں کسی امر میں قطعی فیصلہ نہیں کیا کرتی۔ ان لوگوں نے عرض کی کہ ہم بڑے زور آور بڑے لڑنے والے ہیں اور آئندہ ہر امر کا آپ کو اختیار ہے تو جو آپ حکم دیں خود اچھی طرح (اس کے انجام) غور کر لیں۔ ملکہ نے کہا۔ بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ جب کسی بستی میں (بزور فتح) داخل ہوتے ہیں تو اُس کو اجاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔ اور میں ان کے پاس (ایلچیوں کی معرفت) کچھ تحفہ بھیج کر دیکھتی ہوں کہ ایلچی لوگ کیا جواب لاتے ہیں (۱)

چنانچہ بلقیس نے یہ فیصلہ کیا کہ میں سلیمانؑ کے پاس ایک قیمتی ہدیہ بھیجتی ہوں اگر وہ دنیاوی بادشاہ ہیں تو لے لیں گے ورنہ واپس کر دیں گے۔ اس نے ایک عالیشان بڑا موتی بھیجا اس میں سوراخ نہ تھا۔ جب بلقیس کا فرستادہ حضرت کے پاس وہ موتی لایا اور اس نے کہا کہ اس موتی میں بغیر کسی لوہے کے سوراخ کر دیجئے تو آپ نے ایک کیڑے کو حکم دیا اور اس کے

۱۔ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْٓ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ ٥ اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَ اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ٥ قَالَتْ یٰٓاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْٓ اَمْرِیْ ج مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰی تَشْهَدُوْنِ ٥ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ ۙ وَّ الْاَمْرُ اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَاذَا تَاْمُرِیْنَ ٥ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ج وَ كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ٥ وَ اِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ٥

مُنہ میں دھاگہ دے دیا۔ وہ موتی میں ایک طرف سے داخل ہوا اور دوسری طرف نکل گیا اور سوراخ کر دیا اور حضرت نے وہ موتی واپس کر کے فرمایا کہ تم مجھے مالِ دُنیا کی مدد دینا چاہتی ہو مجھے جو کچھ خدا نے عطا کیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمھارے پاس ہے —— یہ موتی انھیں کو مبارک ہو (پھر تحفہ لانے والے سے کہا) تو انہی لوگوں کے پاس جا ہم تو یقیناً ایسے لشکر سے ان پر چڑھائی کریں گے جس کا مقابلہ نہ ہو سکے گا اور ہم ضرور انھیں وہاں سے ذلیل و خوار کر کے نکال باہر کریں گے۔ (۱)

(جب وہ جا چکا) تو سلیمانؑ نے (اپنے اہلِ دربار سے) کہا اے میرے دربار کے سردارو تم میں سے کون ایسا ہے کہ قبل اس کے کہ وہ لوگ میرے سامنے فرمانبردار بن کر آئیں ملکہ کا تخت میرے پاس لے آؤ۔

(اس پر) جنوں میں سے ایک دیو بول اُٹھا کہ قبل اس کے حضور (دربار برخاست کر کے اپنی جگہ سے اُٹھیں میں تخت آپ کے پاس لے آؤں گا اور میں یقیناً اس پر قابو رکھتا ہوں (۲)

اور ذمہ دار ہوں اس پر ابھی سلیمان کچھ کہنے نہ پاتے تھے کہ وہ شخص (آصف بن برخیا) جس کے پاس کتاب (خدا) کا کسی قدر علم تھا بولا کہ میں پلک جھپکنے سے بھی پہلے تخت کو آپ کے پاس حاضر کئے دیتا ہوں۔ (بس اتنے ہی میں وہ آگیا) تو سلیمان نے اُسے موجود پایا تو کہنے لگے یہ تو محض میرے پروردگار کا فضل و کرم ہے تاکہ وہ میرا امتحان لے کہ میں اس کا شکر کرتا ہوں۔ یا ناشکری کرتا ہوں اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو وہ اپنی ہی (بھلائی) کے لئے شکر کرتا ہے اور جو شخص ناشکری کرتا ہے تو (یاد رکھیئے) میرا پروردگار یقیناً بے پرواہ اور سخی ہے۔ (۳)

(اس کے بعد) سلیمانؑ نے کہا کہ اس کے تخت میں (اس کی عقل کے امتحان کے لئے) تغیر و تبدل کر دو تاکہ ہم دیکھیں کہ پھر بھی سمجھ رکھتی ہے یا ان لوگوں میں ہے جو سمجھ نہیں رکھتے۔ (۴)

۱۔ سورۂ نمل ۳۶-۳۷ ۲۔ سورۂ نمل ۳۸-۳۹-۴۰

۳۔ سورۂ نمل ۴۰

۴۔ قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ (سورۂ نمل ۴۱)

(چنانچہ ایسا ہی کیا گیا) پھر جب بلقیس (سلیمانؑ کے پاس) آئی تو پوچھا گیا کہ تمھارا تخت بھی ایسا ہی ہے وہ بولی گویا یہ وہی ہے (پھر کہنے لگی) کہ ہم کو تو اس سے پہلے ہی (آپ کی نبوت) معلوم ہو گئی تھی اور ہم تو آپ کے فرمانبردار ہیں۔ اور خدا کے سوا جسے وہ پوجتی تھی سلیمانؑ نے اس سے اس کو روک دیا کیونکہ وہ کافر قوم کی تھی اور آفتاب کو پوجتی تھی (۱)

ہم آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ آصف بن برخیا ــــ جناب سلیمانؑ کے بھانجے اور ان کے پہلے وزیر تھے۔ حضرت سلیمانؑ نے انھیں اسم اعظم تعلیم کیا تھا اور اسی کی برکت سے انھوں نے طرفۃ العین میں سینکڑوں کوس سے تخت بلقیس منگوالیا۔

اسم اعظم کی برکت سے دور دراز کے فاصلے سمٹ گئے اور منزل قریب ہو گئی۔ پھر بلقیس سے کہا گیا کہ آپ اب محل میں چلیے تو جب اُس نے محل میں (شیشہ کے فرش) کو دیکھا تو اس کو گہرا پانی سمجھی (اور گرنے کے لئے اس طرح اپنے پائنچے اُٹھائے کہ) اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں۔ سلیمانؑ نے کہا (تم ڈرو نہیں) یہ (پانی نہیں ہے) محل۔ ہے جو شیشوں سے منڈھا ہوا ہے (اس وقت تنبیہہ ہوئی اور) عرض کی پروردگار! میں نے (آفتاب کو پوج کر) یقیناً اپنے اوپر ظلم کیا اور اب میں سلیمانؑ کے ساتھ سارے جہاں کے پالنے والے پر ایمان لاتی ہوں (۲)

قرآن مجید کے اس واقعہ میں بلقیس کو مملکت سبا کی شہزادی کے عنوان سے پیش کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ زمانوں میں عورت کی حکمرانی تسلیم کی جاتی رہی اگر ان کا مدمقابل ایک عام حکمران ہوتا تو شاید وہ کسی صورت میں بھی اپنا اقتدار سپرد نہ کرتی۔ چونکہ اس نے دیکھا کہ ان کے مقابلے میں ایسا عظیم حکمران ہے۔ جس کے تمام کام انسانی طاقت و قوت سے باہر ہیں۔

۱۔ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيلَ أَهَٰكَذَا عَرْشُكِ ۖ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ ۚ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِن قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ وَصَدَّهَا مَا كَانَت تَّعْبُدُ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ إِنَّهَا كَانَتْ مِن قَوْمٍ كَافِرِينَ (سورہ نمل ۴۲-۴۳)

۲۔ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۖ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَن سَاقَيْهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّن قَوَارِيرَ ۗ قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (سورہ نمل آیت ۴۴)

اس طرح بلقیس نے نہ فقط اپنی مملکت کو جناب سلیمانؑ کے حوالے کیا بلکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی لے آئیں۔

اس کے بعد جناب سلیمانؑ نے ان سے نکاح کر لیا۔ اپنے گھر واپس بھیجا اور ملک بھی بخش دیا ان سے کئی اولادیں بھی ہوئیں۔ تاریخی واقعات سے پتہ چلتا ہے۔ ملکہ بلقیس ساری زندگی مملکت سبا پر حکومت کرتی رہیں۔

حضرت بی بی مریم اور اُن کی والدہ ماجدہ

قرآن مجید میں حضرت مریم کے واقعہ کو بڑے اہتمام کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ ان حکایات میں سے ایک ہے جس کو سُن کر یا پڑھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اس کا حیران کن پہلو یہ ہے کہ ایک دوشیزہ ـــــ شوہر کے بغیر ایک بچے کو جنم دیتی ہے جس کا نام عیسٰی رکھا جاتا ہے ـــــ قرآن مجید نے اس واقعہ کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے"۔ یہ حکایت سورۂ آل عمران اور سورۂ مریم میں پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہے.....

جناب عمران بن ماثان کی زوجہ حنہ یا حنا نے نذر مانی کہ اے میرے پالنے والے میرے شکم میں جو (بچہ) ہے اس کو میں (دُنیا کے) کام سے آزاد کر کے تیری نذر کرتی ہوں۔ تو میری طرف سے (یہ نذر) قبول فرما تو بے شک بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے (۱)

اس زمانے میں بیت المقدس، ھیکل کے نام سے مشہور تھا۔ اس عمارت کو جناب داودؑ نے شروع کیا تھا اور جناب سلیمانؑ نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اسلامی دورِ حکومت میں اسے مسجد اقصٰی یا بیت المقدّس سے یاد کیا گیا اور آج تک اسی نام سے پکاری جاتی ہے۔

پھر جب وہ بیٹی جن چکیں تو (حیرت سے) کہنے لگیں اے میرے پروردگار (اب میں کیا کروں) میں نے تو یہ لڑکی جنی ہے اور لڑکا لڑکی ایسا (گیا گزرا) نہیں ہوتا حالانکہ (اس کہنے کی

۱۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (سورۂ آل عمران آیت ۳۵)

۲۔ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰى ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (سورۂ آل عمران آیت ۳۶)

ضرورت کیا تھی) جو وہ جنی تھیں خدا اس (کی شان و مرتبہ) سے خوب واقف تھا اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی والدہ کو شیطان مردود (کے قریب) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ۔ (۲)

جب بی بی حنہ کی منت پوری ہو گئی تو انھوں نے اپنی صاحبزادی کو خادمۂ عابدہ کے عنوان سے خانہ کعبہ کے سپرد کر دیا ۔ اس کے آگے قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے ۔

تو ان کے پروردگار نے (ان کی نذر) مریم کو خوشی سے قبول فرما لیا اور اس کی نشوونما اچھی طرح کی اور ذکریا کو ان کا کفیل بنایا ۔ جب کسی وقت ذکریا ان کے پاس (ان کے) عبادت کے حجرے میں جاتے تو مریم کے پاس (کچھ نہ کچھ) کھانے کو موجود پاتے تو پوچھتے کہ اے مریم یہ (کھانا) تمہارے پاس کہاں سے (آیا) ، تو مریم یہ کہہ دیتی تھیں کہ یہ خدا کے ہاں سے (آیا ہے) بیشک خدا جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے (۱)

بی بی مریم خدا کی برگزیدہ مخلوق تھیں ، عبادت الٰہی اور زہد و تقویٰ کی بدولت اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے افضل قرار پائیں ۔ ارشاد ہوا ۔

(تو) اے مریم (اس کے شکریہ میں) اپنے پروردگار کی فرمانبرداری کرو اور سجدہ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہو (۲) (پھر)

اور جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا اے مریم خدا تم کو صرف اپنے حکم سے ایک لڑکے کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام عیسیٰ مسیح ابن مریم ہو گا (اور) دنیا و آخرت

۱۔ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورہ آل عمران آیت ۳۷)

۲۔ يَا مَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ (سورہ آل عمران آیت ۴۳)

۳۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (سورہ آل عمران آیت ۴۵)

(دونوں) میں باعزت اور خدا کے مقرب بندوں میں ہوگا (۳)

اور (بچپن میں) جب جھولے میں پڑا ہوگا اور بڑی عمر کا ہوکر (دونوں حالتوں میں یکساں) لوگوں سے باتیں کرے گا اور نیکو کاروں میں سے ہوگا (۱)

یہ سن کر مریمؑ تعجب سے کہنے لگیں۔ پروردگار مجھے لڑکا کیونکر ہوگا حالانکہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں۔ ارشاد ہوا اسی طرح خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے جب وہ کسی کام کا کرنے کی ٹھان لیتا ہے تو بس اُسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے (۲)

اللہ تعالیٰ سورۃ مریم میں ارشاد فرماتا ہے (اور اے رسولؐ) قرآن میں مریم کا (بھی) تذکرہ کرو کہ جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر ایک شرقی مکان میں بیٹھ گئیں اور پھر اس نے لوگوں کے سامنے پردہ کر لیا تو ہم نے اپنی روح (جبرئیل) کو ان کے پاس بھیجا تو وہ اچھے خاصے آدمی کی صورت بن کر ان کے سامنے آ کھڑا ہوا (وہ اس کو دیکھ کر گھبرائیں اور) کہنے لگیں اگر تو پرہیزگار ہے تو میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں (میرے پاس سے ہٹ جا) جبرئیل نے کہا میں تو صرف تمہارے پروردگار کا پیغام بر (فرشتہ) ہوں تاکہ تم کو پاک و پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔ مریم نے کہا مجھے لڑکا کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ کسی (مرد) آدمی نے مجھے چھوا تک نہیں ہے اور نہ میں بدکار ہوں۔ جبرئیل نے کہا

۱۔ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (سورہ آل عمران آیت ۴۶)

۲۔ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (سورہ آل عمران آیت ۴۷)

۳۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ڗ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا قَالَتْ اِنِّىْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ڰ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا (سورہ مریم آیت ۱۶ - ۲۱)

ایسا ہی ہوگا۔ تمھارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ بات (بے باپ کے لڑکا پیدا کرنا) مجھ پر آسان ہے تاکہ اس کو (پیدا کر کے) لوگوں کے واسطے اپنی (قدرت کی) نشانی قرار دیں اور خاص رحمت کا (ذریعہ) بنائیں اور اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے (۲)

جب بی بی مریم حاملہ ہو گئیں پھر اس کی وجہ سے لوگوں سے الگ ایک دُور کے مکان میں چلی گئیں (پھر جب جننے کا وقت قریب آیا) تو دردِ زہ اُنھیں کھجور کے (سوکھے) درخت کی جڑ میں لے آیا اور (بیکسی میں شرم سے) کہنے لگیں کاش میں اس سے پہلے مرجاتی اور (ناپید ہو کر) بالکل بھولی بسری ہو جاتی۔ تب جبرئیلؑ نے مریم کی پائین کی طرف سے آواز دی کہ تم حزن و ملال نہ کرو۔ دیکھو تو تمھارے پروردگار نے تمھارے (قریب ہی) نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے اور درخت خرما کی شاخ پکڑ کر ہلاؤ تم پر پکے پکے تازہ خرمے جھڑ پڑیں گے۔ پھر (شوق سے خرمے) کھاؤ اور (چشمہ کا پانی) پیو اور اپنے بچہ سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاؤ (اور وہ تم سے کچھ پوچھے) تو تم (اشارہ سے) کہہ دینا کہ میں نے خُدا کے واسطے روزہ کی نذر کی تھی تو میں آج ہرگز کسی سے بات نہیں کر سکتی۔ (۱)

جب بی بی مریم کو سردی لگی تو آپ کے چچازاد بھائی یوسف نجار نے وہاں پر لکڑیاں جمع کر کے آگ روشن کی اور کچھ اخروٹ پیش کئے۔ بی بی نے تناول فرمائے۔ اسی لئے نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کی شب ولادت آگ روشن کرتے ہیں اور اخروٹ سے کھیلتے ہیں۔

جب مریم اپنے بچہ کو لے کر اپنی قوم کے پاس آئیں تو وہ لوگ (دیکھ کر) کہنے لگے اے مریمؑ تم نے یقیناً بہت بُرا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ ہی بُرا آدمی تھا اور نہ تو

۱۔ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا وَهُزِّيْۤ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْۤ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا (سورۂ مریم آیت ۲۲-۲۶)

تیری ماں ہی بدکار تھی (یہ تو نے کیا کیا) تو مریمؑ نے اس لڑکے کی طرف اشارہ کیا (کہ جو کچھ پوچھنا ہے اس سے پوچھ لو) وہ لوگ (بھلا) گود کے بچے سے کیونکر بات کریں (۱)

یہ لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ معصوم کے لب ہلے اور فرمایا میں بے شک خدا کا بندہ ہوں مجھ کو اسی نے کتاب (انجیل) عطا فرمائی ہے اور مجھ کو نبی بنایا اور میں (چاہے) کہیں رہوں مجھ کو مبارک بنایا اور مجھ کو جب تک زندہ رہوں نماز پڑھنے زکوٰۃ دینے کی تاکید کی ہے اور مجھ کو اپنی والدہ کا فرمانبردار بنایا اور (الحمد للہ کہ) مجھ کو سرکش نافرمان نہیں بنایا اور (خدا کی طرف سے) جس دن میں پیدا ہوا ہوں اور جس دن مروں گا مجھ پر سلام ہے اور جس دن دوبارہ زندہ اٹھا کر کھڑا کیا جاؤں گا۔(۲)

جب انھوں نے حضرت عیسیٰؑ کی یہ گفتگو سنی تو لوگوں کو یقین آگیا کہ بی بی مریم بے گناہ ہے اور یہ خدا کا معجزہ ہے۔

قرآن مجید کی روشنی میں حضرت مریمؑ کا شمار ان چند عورتوں میں ہوتا ہے جن کی عصمت و پاکیزگی کی اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے اور انھیں تمام دنیا کی عورتوں پر فضیلت دی ہے۔ پھر قرآن میں انہی کے نام سے ایک سورہ منسوب کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ مریم کے آخر میں مریم بنت عمران کو ایک مومنہ اور نمونۂ کامل کے عنوان سے بیان فرماتا ہے۔ قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں میں اس معظمہ بی بی کا تذکرہ اور ان کی پاکیزہ صفات موجود ہیں۔ بلاشبہ حضرت مریمؑ کا نام نامی لے کر خواتین —— اپنی عظمت و رفعت کا ثبوت دے سکتی ہیں۔

۱۔ فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ ۖ قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ۝ يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ۝ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا (سورۂ مریم آیت ۲۷-۲۹)

ابُولہب کی بیوی

اُم جمیل ابی سفیان کی بہن اور ابُولہب کی بیوی تھی، جب کہ آپ جانتے ہیں کہ ابُوسفیان مکہ کا متمول اور مالدار آدمی تھا۔ اور پیغمبر اسلامؐ سے دشمنی میں نہایت شہرت رکھتا تھا۔ ابولہب رشتے کے لحاظ سے آنحضرتؐ کا چچا تھا۔ یہ رسالت مآبؐ اور مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ اگرچہ ابولہب ــــ جناب ہاشم کے شریف خاندان سے تعلق رکھتا تھا لیکن مشرکین مکہ اور شیطان صفت عربوں کی صحبت نے اس کے کردار و طینت کو ایسا بگاڑا کہ پھر ساری زندگی اچھا نہ بن سکا۔ یہ دریدہ دہن انسان ــــ ہمیشہ اور ہر وقت حضرت محمدؐ اور مسلمانوں کو نازیبا الفاظ سے یاد کرتا تھا۔ اس کی کوشش یہ ہوا کرتی تھی کہ کسی نہ کسی طریقے سے آنجنابؐ کو تکلیفیں پہنچاتے۔ اس کی بیوی اُم جمیل بھی ایک بدطینت اور بدخو عورت تھی۔ اس کا گھر پیغمبرؐ کے گھر کے قریب تھا۔ اس لئے یہ مشرکین کو آنجنابؐ کے گھر کے حالات بتاتی تھی۔ یہ رذیل صفت عورت اپنے خاوند سے بھی زیادہ پیغمبرؐ سے بغض و عداوت رکھتی تھی۔ یہاں تک کہ اس نے آپ کا نام بھی بدل دیا تھا۔ آپ کو محمدؐ کی بجائے (نعوذ باللہ) مذمم کہتی تھی۔ اُم جمیل رات کو کوڑا کرکٹ اور کانٹے جمع کرکے پیغمبرؐ کے راستے میں بچھا دیتی تھی تاکہ آپؐ جب گزریں تو آپ کو تکلیف پہنچے۔ اُدھر اس کا شوہر ابولہب پیغمبرؐ کو اذیتیں پہنچانے کے لئے مال بھی خرچ کرتا تھا۔ اُم جمیل ہر وقت آپ کو بُرے القاب سے یاد کرتی اور گالیاں دیتی تھی۔

پیغمبرِ اسلامؐ جب کوئی راستہ عبور کرتے تو ابولہب آپ کے پیچھے دوڑ کر گرد و غبار اڑاتا تھا اور پتھر اور ڈھیلے اُٹھا کر آپ کے جسم مبارک پر پھینکتا تھا۔

قرآن مجید میں ان دونوں (میاں بیوی) بدبختوں کی بڑی مذمت کی گئی ہے۔ اگرچہ سورۂ لہب مختصر ہے لیکن اس میں ان پلید ناپاک اور رذیل جوڑے کی بدکرداریوں اور خباثتوں کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور خود ستیاناس ہو جائے (آخر) نہ اس کا مال ہی اس کے کچھ کام آیا اور نہ جو اس نے کمایا۔ وہ بہت بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی جورو بھی جو سر پر ایندھن اٹھائے پھرتی ہے اور اس کے گلے میں بٹی ہوئی رسی (بندھی) ہے"۔(۱)

مولانا فرمان علی مرحوم اپنے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں جب آیت انذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی اور آپ نے اپنے قرابت داروں کو سمجھانے کے واسطے بلایا تو ابولہب نے جھنجھلا کر پتھر ہاتھ میں اٹھایا اور کوسنے لگا کہ تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور تمہارا ناس ہو جائے۔ تم نے اسی واسطے ہم کو بلایا۔ اسی کے جواب میں یہ سورہ نازل ہوا۔ حمالۃ الحطب کے ایک معنی چغلخور کے بھی ہیں اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت میں اس کے سر پر جہنم کی ایندھن اٹھوائی جائے گی۔ اس کا ذکر بھی یا تو دنیا کا ذکر ہے کہ وہ اس قدر ذلیل ہے یا قیامت میں اس کی یوں ذلت کی جائے گی۔

۱۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ، مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ، سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ط (سورہ ابولہب)

حضرت بی بی خولہ بنت ثعلبہ کا قصہ

اوس بن صامت کی شادی ان کے چچا کی بیٹی "خولہ" سے ہوتی۔ یہ دونوں مدینہ میں سکونت پذیر تھے اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے بہت زیادہ محبت تھی لیکن اوس میں تنگدستی و غربت کی وجہ سے چڑچڑا پن پیدا ہو گیا۔ ایک روز اس کی بیوی خولہ بنت ثعلبہ نماز پڑھ رہی تھی اور اس کا شوہر بن صامت اُسے دیکھ کر اپنی ذاتی خواہش کا اظہار کرنے لگا۔ اس نے کسی وجہ سے انکار کیا اس نے فوراً یہ کہہ دیا انت علی کظہر امی۔ (تیری پلیٹھ میری ماں کی سی ہے) یہ سُن کر وہ پریشان ہوئی اور افتاں و خیزاں حضرت رسولؐ خدا کے پاس پہنچی۔ آپؐ نے فرمایا تم دونوں آپس میں حرام ہو گئے۔

اس سے وہ اور زیادہ حیران ہوتی اور بولی میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ شوہر سے جُدا رہ کر ان کی پرورش کرنا میرے لئے مشکل ہو جائے گی۔

دراصل اسلام سے قبل عرب میں یہ رسم تھی کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی پر ناراض ہوتا تو غصہ میں اُسے اپنی ماں کی پشت سے تشبیہہ دیتا تو وہ اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی تھی اور اسی کو ظہار کہا جاتا ہے۔

جب اس عورت نے آپؐ کے سامنے آہ وزاری کی تو آپؐ نے اس پر رحم کھاتے ہوئے اس کے لئے دُعا کی۔ کئی مرتبہ فریاد کرنے کے بعد حکم آیا کہ وہ حرام تو ضرور ہے لیکن اس کے شوہر پر کفارہ دینا لازم ہے تب حلال ہو جائے گی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد خُداوندی ہے۔

اے رسولؐ جو عورت (خولہ) تم سے اپنے شوہر (اوس) کے بارے میں تم سے جھگڑتی اور خُدا سے گلے شکوے کرتی ہے۔ خُدا نے اس کی بات سُن لی اور خدا تم دونوں کی گفتگو سُن رہا ہے۔ بیشک خُدا بڑا سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ تم میں سے جو لوگ اپنی بیبیوں کے ساتھ ظہار کرتے ہیں اپنی بیوی کو ماں کی پُشت کہہ دیتے ہیں) وہ کچھ ان کی مائیں نہیں (ہو جاتیں) ؟ ان کی مائیں

تو بس وہی ہیں جوان کو جنتی ہیں اور وہ بے شک ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور خدا بے شک معاف کرنے والا اور بڑا سمجھنے والا ہے اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھیں پھر اپنی بات واپس لیں تو دونوں کے ہم بستر ہونے سے پہلے (کفارہ) میں ایک غلام آزاد کرنا (ضرور ہے) اس کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو خدا اس سے آگاہ ہے۔ پھر جس کو غلام نہ ملے تو دونوں کی مقاربت کے قبل دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے اور جس کو اس کی قدرت نہ ہو تو ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانا (فرض ہے) یہ (حکم) اس لئے تاکہ تم خدا اور اس کے رسولؐ کی (پوری) تصدیق کرو اور یہ خدا کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (۱)

جب سورۂ مجادلہ نازل ہوئی تو حضرت عائشہ ساری گفتگو سن رہی تھیں۔ کہنے لگیں کہ خدا کی عظمتوں کا کیا کہنا! کہ اس نے ایک غمزدہ عورت کی باتوں کو سنا ـــــ اس گفتگو میں کچھ ایسے الفاظ تھے جنھیں میں سن نہیں سکتی تھی جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا۔ ان آیات کے نزول کے بعد پیغمبر اکرمؐ نے اوس بن صامت کو بلایا اور فرمایا چونکہ تو نے اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کیا ہے اس لئے شریعتِ اللہ کے مطابق یہ تمھارے اوپر حرام ہوئی۔ اب جبکہ

۱۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ. اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ. وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ. فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (سورۂ مجادلہ آیت ۱-۴)

تم اپنے اس فعل پر نادم ہوتے ہو تو ان تین کاموں میں سے ایک کام ضرور کرو تا کہ وہ تم پر حلال ہو جائے۔

۱۔ کیا تم کفارہ کے طور پر ایک غلام آزاد کر سکتے ہو۔ اوس بن صامت نے کہا: نہیں یا حضرت! میں غریب آدمی ہوں۔ میرے پاس اتنی بھی گنجائش کہاں ہو سکتی ہے؟

۲۔ آیا دو مہینے مسلسل روزہ رکھ سکتے ہو؟ عرض کی بخدا اگر میں تین روزے رکھ لوں تو میں آنکھوں کی بینائی سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔

۳۔ کیا ساٹھ بھوکے مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اوس بن صامت نے کہا نہیں۔ مولا، بخدا اس معاملے میں بھی آپ میری مدد فرمائیں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا میں تمہیں کچھ مقدار میں کھجور دیتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے۔ تاکہ ساٹھ فقیروں تک پہنچ سکے۔ اس کے بعد آپؐ نے کھجور کی "مقدار" اسے بخش دی۔ اور اُس نے کفارہ ادا کیا۔ اس لحاظ سے اس کی بیوی خولہ اس پر حلال ہو گئی۔

اس واقعہ کے کئی برس گزرنے کے بعد حضرت عمر بن خطاب اپنے زمانہ خلافت میں ایک روز خولہ کے پاس سے گزرے۔ خولہ نے کہا عمر! رک جاؤ، جناب عمر ٹھہر گئے تو اُس نے ان کے کان میں جسارت آمیز الفاظ کہے ـــــ اُس نے کہا اے عمر! مجھے یاد ہے کہ آپ کو لوگ عُمیرہ یعنی دانتوں میں پھنسے ہوئے گوشت کے ٹکڑے کہتے تھے اور مکہ کے بازار عکاظ میں نہایت غصہ کے ساتھ لونڈیوں پر نظر رکھتے تھے اب تم عمر بن گئے ہو" پھر کچھ عرصہ نہ گزرا تو آپ کو امیرالمومنین کہنے لگے۔ اب خدا سے ڈرو اور بندگان خدا کا خیال کرو۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے قیامت کا عذاب بہت سخت ہے۔

حضرت عمرؓ کے ایک ساتھی جارود (جو اُن کے ہمراہ تھے) نے کہا: اے عورت! امیرالمومنین کے سامنے اتنی جسارت نہ کرو اور اس نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اس بوڑھی عورت کی خاطر دوسرے لوگوں کو بھی انتظار کرایا۔ حضرت عمرؓ بولے۔ ہلاکت ہو تجھ پر تو نہیں جانتا یہ عورت کون ہے؟ وہ بولا نہیں ـــــ حضرت عمرؓ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی سات آسمانوں کے اوپر دعا قبول فرمائی۔ یہ خولہ بنت ثعلبہ ہے اس کے بارے میں سورہ مجادلہ نازل ہوئی۔ خدا کی قسم! اگر یہ خاتون رات تک باتیں کرتی رہیں تو میں سنتا رہوں گا اور جو کچھ کہنی ہے میں اس کا احترام کروں گا۔

مجمع البحرین طبری جلد ۹۔ ۱۰ صفحہ ۳۴۶ سیرۃ حلبیہ جلد ۲۔ صفحہ ۲۲۷

حضرت بی بی زینب۔ پیغمبر اسلامؐ کی پھوپھی زاد بہن

زید بن حارثہ جناب خدیجہؓ کا غلام تھا۔ حکیم بن حزام نے بازار عکاظ سے ایک بچہ خرید اور اپنی پھوپھی خدیجہ کے ہاتھوں بیچ دیا۔ یہ واقعہ اعلانِ نبوت سے پہلے پیش آیا۔ جب پیغمبر اسلامؐ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا تو یہ بچہ ان کے ہمراہ تھا۔ حضرتؐ نے اُسے آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا۔ جب آپؐ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو وہ بھی مسلمان ہو گیا جب اس کے باپ حارثہ کو جو ایک صاحبِ ثروت انسان تھا خبر ہوئی کہ وہ حضرت کی غلامی میں ہے تو مکہ میں آیا اور حضرت ابوطالب سے سفارش کرائی کہ حضرت رسولؐ اس کو میرے ہاتھ بیچ ڈالیں یا فدیہ لے لیں۔ آپؐ نے آزاد کر دیا اور اختیار دیا کہ وہ جہاں چاہے جائے حارثہ نے زید کا ہاتھ پکڑا اور اصرار کیا کہ اُسے اپنے گھر لے جائے مگر وہ کہنے لگا میں رسول خداؐ کو چھوڑ کر ہرگز نہ جاؤں گا۔ تب حارثہ نے ناراض ہو کر کہا۔ لوگو گواہ رہنا یہ میرا بیٹا نہیں ہے — میں اس سے اعلانِ لاتعلقی کرتا ہوں۔ یہ میرا وارث نہیں ہوگا۔

اس وقت حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا، زید میرا بیٹا ہے۔ اس روز سے لوگ زید کو ابن محمدؐ کہنے لگے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (لوگو محمدؐ تمہارے مردوں میں سے (حقیقتاً) کسی کے باپ نہیں ہیں (پھر زید کی بی بی کیوں حرام ہونے لگی)، بلکہ اللہ کے رسولؐ اور نبیوں کی مہر (یعنی ختم کرنے والے ہیں) (۱)

دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے۔ لے پالکوں کو ان کے (اصلی) باپوں کے نام سے پکارا کرو (۲)

۱۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (سورہ احزاب ۴۰)

۲۔ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ (سورہ احزاب آیت ۵)

اس کے بعد لوگ اُسے زید بن حارثہ کہنے لگے ۔ یہ پیغمبرِ اسلام کی خدمت میں رہنے لگا۔ جب جوان ہوا ـــــ تو آپ نے اس کی شادی کے متعلق سوچا۔ تو پیغمبرِ اسلام اپنی پھوپھی بنت عبدالمطلب کے گھر تشریف لے گئے اور زید کے لئے زینب کا رشتہ مانگا۔ زینب نے پہلے یہ سمجھا پیغمبرِ اپنے رشتہ کے لئے ہمارے گھر آتے ہیں لیکن جب اُسے پتہ چلا کہ آپ زید بن حارثہ کے لئے آتے ہیں تو سخت اُداس ہوتی اور آپ کی خدمت میں عرض کی ۔ میں آپ کی پھوپھی زاد بہن ہوں اور دوسروں کے آزاد کردہ غلام سے کیسے شادی کروں ؟ زینب کا بھائی عبداللہ بن جحش بھی اس رشتہ پر راضی نہ ہوا تو یہ آیت نازل ہوتی ۔

" اور نہ کسی ایماندار مرد کو یہ مناسب ہے اور نہ کسی ایماندار عورت کو کہ جب خُدا اور اُس کا رسول کسی کام کا حکم دیں تو ان کو اپنے اس کام (کے کرنے یا نہ کرنے) کا اختیار رہو اور (یاد رہے کہ) جس شخص نے خُدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ یقیناً کھلم کھلا گمراہی میں مبتلا ہو چکا ۔ (۱)

اس آیت کے نزول کے بعد پیغمبرِ اسلام نے مزید اُن کو سمجھایا بالآخر زینب اور اُس کا بھائی عبداللہ بن جحش رضامند ہو گئے ـــــ اور اس کے بعد زینب کا زید کے ساتھ عقد کر دیا گیا جب زینب زید کے گھر آئیں تو وہ زید کو دیکھ کر بہت رنجیدہ خاطر ہوئیں کہ وہ کہاں اور یہ سیاہ فام غلام کہاں ؟ پھر رسم و رواج کے مطابق عورتوں میں زینب کی آنکھ نیچی ہونے لگی اور اس وجہ سے پورا میل ابتداء ہی سے نہ ہوا کیونکہ زینب ایک تو حسین تھیں دوسرے اتنے بڑے عالی خاندان کی بیٹی اور رسول کی بہن ـــــ اُدھر زید ایک بدصورت اور دوسروں کا آزاد کردہ غلام ـــــ پھر شہر کی عورتوں کے طعنے زینب کو مزید پریشان کر دیتے تھے غرض یہ کھٹک زینب کے دل میں رہا کرتی اور جب ان کو پوری محبت نہ ہوتی اور نظر آتا ہونا بھی نہیں چاہیے تھی ۔

بالآخر دونوں میں اَن بن ہو گئی اور زید طلاق دینے پر آمادہ ہوا ۔ حضرت رسولؐ نے ہر چند کوشش کی کہ مِل جل کر رہیں اور زید کو بہت کچھ سمجھایا مگر دونوں میں نہ بننا تھی نہ بنی ۔ زید نے

۱۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا (سورہ احزاب ۳۶)

طلاق دے دی۔ جب زینب کو طلاق ملی تو ان کو ایک غلام سے نکاح ہونے کا صدمہ تھا۔ اب مطلقہ ہونے کا دھبہ اور بھی دل تڑپانے لگا اور دن رات کوفت، رنج اور گریہ زاری میں بسر کرتیں ان کی حالت حضرت رسولؐ خدا دیکھ رہے تھے اور ان کے غم و رنج کے دفعیہ کی تدبیریں سوچا کرتے تھے۔ جب عدت پوری ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلامؐ کو زینب سے نکاح کرنے کا حکم دیا جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے۔

اور اے رسولؐ وہ وقت یاد کرو جب تم اس شخص (زید) سے کہہ رہے تھے جس پر خدا نے احسان (الگ) کیا تھا اور تم نے اس پر (الگ) احسان کیا تھا کہ اپنی بیوی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور خدا سے ڈرو اور تم اس بات کو اپنے دل میں چھپاتے تھے جس کو (آخر کار) خدا ظاہر کرنے والا تھا اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ خدا اس کا زیادہ حقدار تھا تم اس سے ڈرو غرض جب زید اپنی حاجت پوری کر چکا (طلاق دے دی) تو ہم نے (حکم دے کر) اس عورت (زینب) کا نکاح تم سے کر دیا تاکہ عام مومنین کو اپنے لے پالک لڑکوں کی بیبیوں (سے نکاح کرنے) میں جب وہ اپنا مطلب ان عورتوں سے پورا کر چکیں (طلاق دے دیں) کسی طرح کی تنگی نہ رہے اور خدا کا حکم تو کیا کرایا ہوا (قطعی) کرتا ہے۔ (۱)

اور جو حکم خدا نے پیغمبرؐ پر فرض کر دیا اس (کے کرنے) میں اس پر کوئی مضائقہ نہیں جو لوگ (ان سے) پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی خدا کا (یہی) دستور (جاری) رہا ہے (کہ نکاح میں تنگی نہ کی)، اور خدا کا حکم ٹھیک اندازے سے مقرر ہوا ہوتا ہے۔

وہ لوگ جو خدا کے پیغاموں کو (لوگوں تک جوں کا توں) پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے تھے اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے (پھر تم کیوں ڈرتے ہو) اور حساب لینے کے

۱۔ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (سورہ احزاب آیت ۳۷)

واسطے تو خدا کافی ہے (لوگو) محمدؐ تمہارے مردوں میں سے (حقیقتاً) کسی کے باپ نہیں ہیں (پھر) زید کی بی بی کیوں حرام ہونے لگی) بلکہ اللہ کے رسولؐ اور نبیوں کی مہر یعنی ختم کرنے والے ہیں (۱)

یہ تھا زینب و زید کے واقعہ کا خلاصہ جو قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے۔ عربوں کا رواج تھا کہ لے پالک کی مطلقہ بیوی یا بیوہ سے شادی نہیں کرتے تھے۔ حضرتؐ کو احکام الٰہی کے مطابق اس قبیح رسم کو توڑنا بہت ضروری تھا اور یہ زمانہ کا قاعدہ بھی ہے کہ جب کوئی شخص کسی گروہ کی صداقت و اصلاح کرنی چاہتا ہو تو جب تک ان امور کو خود کر کے نہ دکھلا دے اور نمونہ نہ بنے لوگوں پر خالی زبانی کہنے کا اثر کم ہوتا ہے۔

غرض حضرتؐ کو ایک تو زینب کے صدمات اور ذلت کا خیال، کیونکہ آپ ہی نے زید سے ان کی شادی کی تھی۔ ان کی دلجوئی ضروری تھی دوسرے اس بُری رسم کو توڑنا اس پر خدا کا حکم۔ ان وجوہ سے حضرتؐ نے خود زینب سے نکاح کر لیا۔ اس سے لے پالکوں کے بیٹا ہونے کی رسم بھی ٹوٹی کیونکہ اگر تو اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرتے اور زینب کی یہ ذلت کہ ایک کی بیوی تھیں اور پھر اُس نے طلاق بھی دے دی اس عزت سے بدلی کہ وہ رسولؐ خدا کی بیوی بنیں اور ان کے صدمات جاتے رہے اسی وجہ سے زینب اور بیبیوں پر فخر کیا کرتی تھیں کہ ایک تو وہ رسولؐ خدا کے ہم خاندان تھیں اور ایک دادا کی اولاد ہیں۔

اگرچہ اکثر دشمنانِ اسلام اس واقعہ کو بیان کر کے پیغمبر اسلامؐ کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں اور دو من گھڑت حدیثیں حوالہ کے طور پر پیش کرتے ہیں لیکن ہم آں جنابؐ کی پاکیزہ شخصیت کے احترام کی وجہ سے ان احادیث کو بیان نہیں کرتے۔

۱۔ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللهُ لَهُ سُنَّةَ اللهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللهِ قَدَرًا مَقْدُورًا الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللهَ وَكَفَى بِاللهِ حَسِيبًا مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (سورہ احزاب ۳۸-۴۱)

بہرکیف پیغمبر اسلامؐ نے جو کچھ بھی اسلامی مصلحتوں اور تقاضوں کے پیش نظر کیا اگر یہ نہ کرتے تو اس کے کئی نقصانات سامنے آتے۔ دوسرا اس واقعہ کے بعد زید کی ام ایمن نامی عورت سے شادی کردی گئی اور نہایت کامیاب گزری۔ اس بیوی سے اللہ تعالی نے زید کو فرزند عطا کیا جس کا نام اُسامہ رکھا گیا۔

زید نے ساری زندگی پیغمبرِ اسلامؐ کی خدمت میں گزاردی اور پیغمبرؐ اسلام کو بھی زید سے بے حد محبت تھی جوانی میں بارہا انھیں اسلامی فوج کا کمانڈر انچیف بنایا گیا۔ آٹھویں ہجری میں اُردن کے علاقے میں سرزمین موتہ پر شہادت پائی۔ کچھ صحابہؓ نے یہ اعتراض کیا کہ اس عمر میں زید کو کیوں کمانڈر بنایا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا جو کچھ ہے یہی ہے ان کے حکم کو مانیئے۔

دسویں ہجری میں رسولؐ خدا کی رحلت کے وقت اسی زید کے صاحبزادے اسامہ کی عمر سترہ سال کے لگ بھگ تھی۔ اسامہ نے اُردن میں روم کی فوج سے جنگ لڑی اور کامیاب ہوگئے یہاں تک کہ انھوں نے اپنے باپ کے قاتل کو تلاش کرکے کیفر کردار تک پہنچایا۔

افک کا معنیٰ اور اُس کا پُورا قصّہ

افک کا قصہ سورۂ نور میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ افک کا معنیٰ یہ ہے کہ کسی دوسرے پر تہمت لگانا۔ یہ واقعہ آیت نمبر ۱۱ سے لے کر ۲۶ تک موجود۔

تفاسیر واحادیث میں جس عورت پر تہمت لگائی گئی ہے اس پر اختلاف ہے۔

۱۔ اکثر مفسرین، محدثین اور مورخین کے نزدیک خود حضرت عائشہ موضوع بحث ہیں اور ایسا اس لئے خیال کیا گیا ہے کہ حدیث کی روایت خود حضرت عائشہ نے بیان کی ہے۔ بعض شیعہ تفاسیر وتواریخ نے بھی عدم توجہی کی بناء پر اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔

۲۔ البتہ بیشتر شیعہ تفاسیر میں ملتا ہے کہ واقعہ افک سے جو مترشح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے حضرت ماریہ پر تہمت لگائی تھی۔ اب پہلے قول پر نظر ڈالتے ہیں۔

علماء اہل سنت نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب آپ کسی جنگ میں تشریف لے جاتے تو بیویوں میں قرعہ ڈالتے اور جس کا نام نکلتا اس کو ساتھ لے جاتے چنانچہ جنگ بنی مصطلق میں میرے نام قرعہ نکلا اور میں گئی اُدھر سے واپسی میں مدینہ کے قریب ایک منزل میں شب کے وقت میں ایک عورت کے ساتھ رفع حاجت کو گئی جب اپنی جگہ پہ آئی تو اپنے گلے کا ہار نہ پایا اور قافلہ کوچ پر تیار تھا پھر اس عورت کو ساتھ لے کر ہار ڈھونڈنے گئی اور وہ مل بھی گیا۔

مگر جب اپنی جگہ پہ آئی تو قافلہ کوچ کر چکا تھا اور میرے اونٹ والے نے بھی میرے ہودج کو یہ خیال کرکے کہ میں اس کے اندر موجود ہوں اونٹ پر رکھ کر کوچ کیا۔ میں بعد میں ایک بدو کی مدد سے قافلے تک پہنچی تو منافقین یعنی عبداللہ بن ابی وغیرہ مجھے صفوان کے ہمراہ دیکھ کر (مجھ پر منہ آتے اور بہت سے لوگ اُن کی رائے کے ساتھ ہو گئے تو حضرتؐ کی توجہ میری طرف باقی نہ رہی۔ میں ایک مہینہ تک بیمار رہی مگر آپ مجھے دیکھنے نہ آتے اور اندر آتے بھی تو

دوسروں سے میرا حال پوچھ لیتے اور میں اس کی وجہ بالکل نہ سمجھی آخر چند دن کے بعد میں پھر ایک دن مسطح کی ماں کے ساتھ رات کو رفع ضرورت کے لئے نکلی اور جب اتفاقاً اس کا پاؤں پھسلا تو مسطح کو برا بھلا کہا۔ میں نے منع کیا تو بولی تم کیا جانو اس نے تم پر ایسی تہمت لگائی ہے مجھے یہ سن کر سخت رنج ہوا اور اس وقت حضرت کی بے توجہی کی وجہ سمجھ میں آئی غرض میں ایک روز حضرت سے اجازت حاصل کر کے اپنے باپ کے گھر آئی اور اپنی نسبت لوگوں کے خیالات دریافت کئے تو معلوم ہوا کہ لوگ مجھے ایسا ویسا کہتے ہیں پھر تو مجھے سوائے رونے کے کچھ کام نہ تھا۔ کھانا پینا ترک ہوگیا اور حضرت اسامہ اور حضرت علیؑ سے مشورہ کیا تو اسامہ نے کہا میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ علیؑ نے کہا آپ رنج نہ کریں۔ آپ کے واسطے ان کے سوا بہتر عورتیں ہیں اور اگر اس عورت جو ساتھ تھی دریافت کریں تو آپ کو تصدیق ہو جائے گی۔

غرض آپؐ نے بریرہ سے دریافت کیا اور اس نے میری پاک دامنی کی گواہی دی اور میں نے حضرتؐ کے سامنے قسم کھائی کہ میں اس تہمت سے بری ہوں۔ اس کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں۔

یہ تھا قصہ افک —— جو حضرت عائشہ نے روایت فرمایا اگر ایسا ہے تو ہماری دانست میں اس پر چند اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔

١۔ کیا پیغمبر اسلامؐ رات کے وقت اکیلی بیوی کو ویرانے میں بھیجیں؟

٢۔ کیا پیغمبر اسلامؐ نعوذ باللہ اپنی ناموس سے بے پروا تھے —— کہ کوچ کے وقت انھیں اس کے بارے معلوم بھی نہ ہوسکا —— یہاں تک کہ ایک عربی شخص لے کے قافلہ تک پہنچائے (ایسا کبھی نہیں ہوسکتا)

٣۔ کیا پیغمبرؐ اتنا بھی نہ جانتے تھے کہ منافقین کی تہمت صحیح ہے یا غلط یہاں تک یہ آیتیں نازل ہوتی ہیں پھر انھیں معلوم ہوتا ہے یہ منافقین کی تہمت تھی پھر عائشہ کو اپنے گھر لے آئیں۔

٤۔ کیا پیغمبرؐ کے لئے روا ہے کہ منافقین کے پروپیگنڈے پر اپنی جواں سال بیوی سے نفرت کرنے لگ جائیں۔

اس واقعہ کو پڑھکر اور بھی اشکالات ذہن میں آتے ہیں البتہ شیعہ احادیث میں واقعہ

کچھ یوں ہے کہ ایک دن آپؐ نے اپنے فرزند ابراہیم جو کہ ماریہ کے بطن میں سے تھا عائشہ کو دکھلایا اور فرمایا یہ بچہ مجھ سے کس قدر مماثلت رکھتا ہے۔ عائشہ نے کہا مجھے تو کوئی شباہت نظر نہیں آتی۔ عائشہ چاہتی تھی اسی حوالے سے ماریہ پر تہمت لگاتے چونکہ وہ واحد عورت تھی کہ خدیجہ کے بعد ان کی گود ہری ہوئی اس لئے نسوانی مزاج کے پیش نظر حضرت عائشہ بھی برداشت نہ کر سکیں۔ علامہ سید عبدالحسین شرف الدین عاملی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم اور ان کی ماں ماریہ کو امیرالمومنین علیہ السلام کے ہاتھوں اس اتہام سے بری قرار دیا۔ اس واقعہ کو حاکم نیشاپوری نے صحیح، مستدرک اور ذہبی نے تلخیص میں خود حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے۔ حوالہ کے لئے مستدرک و تلخیص کی چوتھی جلد اور صفحہ ۳۹ ملاحظہ فرمائیے۔

ان حقائق کے پیش نظر کہنا پڑتا ہے کہ یہ سب کچھ حضرت عائشہ اور حضرت ماریہ کی باہمی نزاع کی وجہ سے پیش آیا کیونکہ جناب عائشہ بے اولاد تھیں وہ سوکن کی آغوش میں ہنستے مسکراتے اور کھیلتے ہوتے بچے کو دیکھ نہ سکتی تھیں اس لئے ماریہ پر الزام تراشی کی۔ خداوند کریم نے آیات افک میں ماریہ کو ان تہمتوں سے پاک قرار دیا ـــــ اگر غور سے دیکھا جائے تو چند پہلو ابھر کر سامنے آتے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ماریہ کو کھلے لفظوں میں بری الذمہ قرار دیا۔

۲۔ ایک عورت کی پیغمبر اسلامؐ کی دوسری بیوی پر الزام تراشی سے منافقین کو موقع مل جاتا کہ وہ پیغمبر اسلامؐ کے خلاف پروپیگنڈہ کر سکیں۔

۳۔ آیات افک میں حضرت عائشہ کے اس طرز عمل کی مذمت کی گئی ہے کیونکہ انھوں نے یہ کام کر کے غیر شائستگی کا ثبوت دیا ہے۔

۴۔ اس زمانہ میں اس قسم کی جعلی احادیث سے ماریہ کو متہم کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اللہ تعالیٰ کے ان فرامین کے سامنے سبھی کا ناطقہ بند ہو گیا۔ ارشاد الٰہی ہوتا ہے۔

"بے شک جن لوگوں نے جھوٹی تہمت لگائی وہ تمھیں میں سے ایک گروہ ہے۔ تم اپنے حق میں اس تہمت کو برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمھارے حق میں بہتر ہے۔ ان میں سے جس شخص نے جتنا گناہ سمیٹا وہ اس (کی سزا) خود بھگتے گا اور ان میں سے جس شخص نے اس تہمت کا بڑا حصہ لیا اس

کے لئے بڑی سخت سزا ہوگی"۔ (۱)

" اور جب تم لوگوں نے اُس کو سُنا تو اس وقت ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں نے اپنے لوگوں پر بھلائی کا گمان کیوں نہ کیا اور یہ کیوں نہ بول اُٹھے کہ یہ تو کھلا ہوا بہتان ہے" (۲)

" اور جن لوگوں نے تہمت لگائی تھی اپنے دعوے کے ثبوت میں چار گواہ کیوں پیش نہ کئے پھر جب ان لوگوں نے گواہ نہ پیش کئے تو خدا کے نزدیک یہی لوگ جھوٹے ہیں" (۳)

" اور اگر تم لوگوں پر دُنیا اور آخرت میں خدا کا فضل و کرم اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس بات کا تم لوگوں نے چرچا کیا تھا اس کی وجہ سے تم پر کوئی بڑا (سخت) عذاب آپہنچتا" (۴)

"کہ تم اپنی زبانوں سے اس کو ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تمہیں علم ویقین نہ تھا اور لطف تو یہ ہے کہ) تم نے اس کو ایک آسان بات سمجھی تھی حالانکہ وہ خدا کے نزدیک بڑی (سخت بات) تھی" (۵)

۱۔ إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ (سورہ نور آیت ۱۱)

۲۔ لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ (آیت ۱۲)

۳۔ لَّوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ (آیت ۱۳)

۴۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (آیت ۱۴)

۵۔ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ (آیت ۱۵)

"اور جب تم نے ایسی بات سنی تھی تو تم نے لوگوں سے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہم کو ایسی بات منہ سے نکالنی مناسب نہیں سبحان اللہ" یہ بڑا بھاری بہتان ہے"۔ (۱)

"خدا تمہیں نصیحت کرتا ہے اگر تم سچے ایماندار ہو تو خبردار پھر کبھی ایسا نہ کرنا" (۲)

اور خدا تم سے (اپنے) احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور خدا تو بڑا واقف کار حکیم ہے"۔ (۳)

"جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمانداروں میں بدکاری کا چرچا پھیل جائے بے شک ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور خدا (اصل حال کو) خوب جانتا ہے اور تم لوگ نہیں جانتے ہو"۔ (۴)

"اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر خدا کا فضل (و کرم) اور اس کی رحمت ہے اور یہ کہ خدا اپنے بندوں پر بڑا شفیق و مہربان ہے" (۵)

"بے شک جو لوگ پاکدامن بے خبر اور ایماندار عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں (خدا کی) لعنت ہے اور ان پر بڑا سخت عذاب ہوگا" (۶)

۱۔ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (سورہ نور ۱۶)

۲۔ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آیت ۱۷)

۳۔ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (آیت ۱۸)

۴۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (آیت ۱۹)

۵۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (آیت ۲۰)

۶۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (آیت ۲۳)

"جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کی کارستانیوں کی گواہی دیں گے"۔ (۱)

"گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے (مناسب) ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے (موزوں) ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے لوگ جو کچھ ان کی نسبت بکا کرتے ہیں۔ اس سے یہ لوگ بری الذمہ ہیں۔ ان ہی (پاک لوگوں) کے لئے (آخرت میں) بخشش ہے اور عزت کی روزی"۔ (۲)

۱۔ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (سورۃ نور آیت ۲۴)

۲۔ اَلْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ ۚ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۖ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (سورۃ نور آیت ۲۶)

حضرت بی بی عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ

ہم سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام ہر گناہ، لغزش اور ہر عیب سے منزہ و مبرا ہوتے ہیں۔ آئمہ طاہرین علیھم السلام بھی ہر لحاظ سے پاک و پاکیزہ ہوتے ہیں۔ ان برگزیدہ شخصیات کے لئے معصوم ہونا اولین شرط ہے۔ اسی طرح حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو بھی خاندانی عظمت اور ذاتی صلاحیت کی بنا پر عصمت ورثے میں ملی۔ اللہ تعالیٰ نے اس معظمہ خاتون کو پوری کائنات کی عورتوں پر فضیلت اور برتری عطا کی۔

معصوم انسان ہماری طرح کے خاطی لوگوں کی طرح خواہشات نفسانی کا اسیر اور شخصی آرزوؤں کا والداہ نہیں ہوتا۔ وہ گناہ کرتا ہے نہ خطا۔ کسی لغزش سے دوچار ہوتا ہے نہ کسی طمع و لالچ کے پیچھے دوڑتا ہے بلکہ ان پاکیزہ ہستیوں کے تمام افعال و اعمال، حکمتوں اور مصلحتوں کے مطابق طے پاتے ہیں۔

پیغمبرِ اسلام نے اکثر شادیاں پچاس سال کی عمر کے بعد کی ہیں۔ یہ اقدام انھوں نے ذاتی خواہش کی بنا پر نہیں کیا بلکہ انسانی ہمدردی، سیاسی مصلحتوں، قبیلوں کی رشتہ پیوستی اور اقتصادی مصلحتوں کے پیشِ نظر کیا۔ اگر آپؐ ان ستم دیدہ اور پریشان حال عورتوں سے نکاح نہ کرتے تو ان خواتین کی زندگی مشکلات کا شکار ہو جاتی۔ چونکہ اس زمانہ میں جنگوں اور خاندانی جھگڑوں کی وجہ سے اکثر مرد مر جاتے تھے اور ان کے پس ماندگان بے سہارا و بے آسرا رہ جاتے تھے اس لئے عورتوں کی زیادہ تعداد بے سہارا رہ جاتی تھی۔ عربوں میں کسی عورت کا بغیر شوہر کے رہنا عار سمجھا جاتا تھا لہٰذا شادیاں زیادہ تعداد میں کرنا ناگزیر تھا۔ بعض اوقات تو ایک ایک مرد پندرہ یا اس سے بھی زیادہ عورتوں سے شادی کر لیتا تھا۔

آپؐ نے سب سے پہلے ۲۴ سال کی عمر میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ سے شادی کی نیز ان کی زندگی میں کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا۔ حضرت خدیجہؑ کی رحلت کے بعد آپؐ کو

بے حد غم اور دکھ ہوا یہاں تک کہ ایک سال تک کسی نے آپ کو ہنستے نہیں دیکھا۔
جناب خدیجہ کے بعد آپ کی دوسری بیوی "سودہ بنت زمعہ" ہیں۔ اس عورت سے شادی کرنے کی تجویز مکہ کی ایک عورت "ام حکیم" نے پیش کی۔ یہ بی بی بیوہ تھیں اور آپ سے ایک سال بڑی تھیں۔ جب سودہ آپ کے خانہ مبارک میں آئیں تو عرض کی۔ یا رسول اللہ میں سردمزاج عورت ہوں میں چاہتی ہوں اس عمر میں فقط آپ کا نام میری سرپرستی کرتا رہے۔ مجھے آپ کی زوجہ کہلانے کا شرف حاصل ہو۔
درحقیقت وہ اولادِ خدیجہ سے بے حد محبت کرتی تھیں۔ ان کی خواہش تھی کہ میں جب تک زندہ رہوں اُن مادر یتیم بچوں کی خدمت کرتی رہوں۔ آپ بڑی عابدہ اور صابرہ تھیں۔ حضرت عائشہؓ خود ان کے تقویٰ کی بڑی مداح تھیں۔
حضرت ابوبکرؓ اور ان کی بیوی کا اصرار تھا کہ حضرت محمدؐ اُن کی صاحبزادی عائشہ سے شادی کریں مگر حضرتؐ اس تجویز کو ٹال دیتے تھے جب اُن کی طرف سے اصرار بڑھا یا اپنی حدیث مبارکہ کے مطابق خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي۔ آپ حضورؐ کو ماننا پڑا تاکہ عکس عمل نہ ہو غرض حضرت عائشہؓ بھی پیغمبرِ اسلام کی ازواج میں شامل ہو گئیں۔ صحابہ علمی اور فقہی مشکلات حل کرانے کے لئے حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضورؐ کی وفات کے بعد بھی ۴۷ سال زندہ رہیں۔ ۵۸ھ میں فوت ہوئیں۔
آنحضرت کی چوتھی بیوی حفصہ بنت عمر تھیں۔ جنگ احد میں ان کا شوہر شہید ہو گیا تھا اور وہ بیوہ ہو گئی تھیں۔ شوہر کی شہادت کے بعد آپ اپنے والد کے گھر آگئیں۔ والد کے گھر میں دوسری بیگمات بھی تھیں۔ اس طرح عورتوں کی آپس میں نہ بن پڑی۔ اس طرح حضرت عمر اداس اور پریشان رہنے لگے۔ جب یہ خبر پیغمبرِ اسلام کو ملی تو آپؐ نے حضرت عمرؓ کو بلوایا اور فرمایا میں ان تمام ناراحتوں تلخیوں کے باوجود حفصہ سے نکاح کر لیتا ہوں۔ یوں حضرت حفصہ بھی ازواج نبیؐ میں شامل ہو گئیں۔ ۴۵ھ میں ساٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔
شادی کے وقت حضرت عائشہ کی عمر ۹ سال اور رسول اکرمؐ کی حیات مبارک ۵۳ سال اسی طرح شادی کے وقت حضرت حفصہ کی عمر تقریباً ۱۹ سال اور رسول پاک ۵۷ سال کے تھے۔ ظاہر ہے

یہ نکاح تالیفِ قلوب اور دلداری کے لئے تھے نہ کہ سلسلہ ازدواجیت کے لئے......
ماریہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پانچویں بیوی تھیں۔ یہ مصر کے قبطی قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں۔ شاہ مقوقس نے ماریہ کو آں جناب کے حق میں ہبہ کر دیا تھا۔ ان سے "ابراہیم" پیدا ہوتے جو بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ حضور کو ابراہیم اپنے بیٹے کی وفات پر سخت صدمہ ہوا مگر مشیت ایزدی پر سراپا صابر و شاکر رہے۔

ایک روز پیغمبر اکرم حفصہ کے کمرہ میں بیٹھ کر ماریہ سے گفتگو کر رہے تھے وہ عام باتیں جو میاں بیوی کے درمیان ہوتی رہتی ہیں لیکن یہ بات حفصہ کو سخت ناگوار گزری ..... آگے ایک طویل رُوداد ہے۔

پارہ ۲۸ سورہ تحریم کی پہلی پانچ آیات میں تثنیہ کا صیغہ مؤنث استعمال ہوا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

ترجمہ:۔ ۱۔ اے نبیؐ! جو کچھ اللہ نے تمہارے لئے حلال قرار دیا ہے تم اسے کیوں حرام کرتے ہو۔ کیا تم اپنی بیبیوں کی خوشنودی چاہتے ہو۔ اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

۲۔ خدائے تعالیٰ نے تمہارے لئے (کفارہ سے) تمہاری قسموں کا توڑ دینا مقرر فرما دیا ہے اور اللہ تمہارا مالک ہے اور وہ بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

۳۔ اور جب وقت نبیؐ نے اپنی کسی زوجہ سے ایک بات بطور راز کے کہی اور اس نے اس راز سے کسی اور کو آگاہ کر دیا اور اللہ نے اپنے نبیؐ پر یہ معاملہ کھول دیا تو نبیؐ نے کچھ حصہ اس کو جتلایا اور کچھ حصے سے چشم پوشی کی پھر جب وقت نبیؐ نے اس عورت کو اس سے مطلع کیا تو وہ کہنے لگی کہ آپ کو اس کی خبر کس نے دی۔ فرمایا مجھے بڑے جاننے والے بڑے خبردار نے خبر دی۔

۴۔ اگر تم دونوں خدا کے حضور میں توبہ کر لو۔ پس تم دونوں کے دل حق سے ضرور منحرف ہو گئے ہیں اور اگر تم دونوں ہمارے رسولؐ کے خلاف ایک دوسرے کی اعانت کرتی رہو گی (تو) خدا، جبرائیل اور ایمانداروں میں سے نیک شخص اس کے مددگار ہیں اور ان کے علاوہ کل فرشتے مددگار ہیں"۔

اکثر مفسرین نے ان آیات میں نیک شخص اُن کے مددگار سے مراد علی ابن ابی طالب لیا ہے جب کہ ابی حاتم نے حضرت علیؑ سے۔ ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ صالح المومنین سے مراد حضرت علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔

اسی ارشادِ خداوندی کو شبلی نعمانی نے سیرۃ النبیؐ ص ۵۶۹-۵۶۸ میں یوں نقل کیا ہے۔

"شکررنجیاں بڑھتی گئیں اور حضرت عائشہؓ وحضرت حفصہؓ نے باہم مظاہرہ کیا یعنی دونوں نے اس پر اتفاق کیا کہ دونوں مل کر زور ڈالیں۔ اس پر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی شان میں یہ آیتیں اتریں۔

اِن تَتُوبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَد صَغَت قُلُوبُکُمَا وَاِن تَظٰھَرَا عَلَیہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَولٰہُ وَجِبرِیلُ وَصَالِحُ المُؤمِنِینَ وَالمَلٰئِکَۃُ بَعدَ ذٰلِکَ ظَھِیرٌ	اگر تم دونوں خدا کی طرف رجوع کرو تو تمہارے دل مائل ہو چکے ہیں اور اگر آنؐ کے مقابلے میں ایکا کرو تو خدا اور جبریل اور نیک مسلمان اور سب کے بعد فرشتے رسول اللہ کے مددگار ہیں۔

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے جن معاملات کی وجہ سے ایکا کیا تھا وہ خاص تھے۔

صفحہ نمبر ۵۷۰ پر شبلی نعمانی مزید رقمطراز ہیں۔

مظاہرہ کے متعلق جو آیت (اوپر والی) نازل ہوئی اس سے بظاہر مفہوم ہوتا ہے کہ کوئی بہت بڑی ضرر رساں سازش تھی جس کا اثر بہت پرخطر تھا ....

اس کے بعد سورۃ تحریم کا بیان جاری ہے۔ پانچویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

عَسٰی رَبُّہٗ اِن طَلَّقَکُنَّ اَن یُّبدِلَہٗ اَزوَاجًا خَیرًا مِّنکُنَّ مُسلِمٰتٍ مُّؤمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبکَارًا

ترجمہ، اگر رسولؐ تم کو طلاق دے دیں تو عنقریب ہی اس کا رب تمہارے بدلے انھیں تم سے اچھی بیویاں عطا کرے گا جو فرمانبردار، ایماندار، خدا اور رسولؐ کی مطیع۔ توبہ کرنے والیاں، عبادت گذار، روزہ رکھنے والیاں شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں گی۔

(پارہ ۲۸ سورۃ تحریم آیت ۵)

ادارے کا مصنف کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ

پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ پبلیکیشنز پاکستان امامیہ

ملنے کا پتہ

العصر اسلامک بک سنٹر

35 - حیدر روڈ اسلام پورہ لاہور

فون: 7248642

0:3